شیر ہند غیور مسلم مجاہد حق کی زندگی کا مرقع

سیرت مولانا محمد علی

ترتیب

ندیم صہبائی فیروزپوری

مؤلف

محمد علی جناح - تاریخ مسلم لیگ - اتاترک

عصمت انونو وغیرہ

نوبہار بکڈپو کوچہ دکھنی رائے دریاگنج دہلی سے

پہلی مرتبہ بحسن و خوبی شائع کیا

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۱۲ ر

انتساب

ان قوم پرستوں کے نام

جو

مردانہ وار اپنی قوم پر نثار ہوگئے

ندیم صہبائی فیروزپوری

(نایاب پریس دہلی)

دیباچہ ۱۹۴۷ء

تنقید ۱۹۵۹

پہلا اڈیشن

اس سے قبل مسلم مشاہیر کی زندگی کے متعلق کئی کتب مرتب کرکے شائع کرچکا ہوں جن میں سے زیادہ مشہور اور مقبول عالم مشاہیر ہند۔ اتاترک۔ عصمت انونو۔ جہانگیر۔ اکبر اعظم۔ واجد علی شاہ ہیں ایک مدت سے ارادہ تھا کہ شیر اسلام مولانا محمد علی خلد آشیانی کے متعلق مختصر سی کتاب شائع کی جائے۔ چنانچہ حال میں یہ آرزو پوری ہوگئی۔ اگرچہ کتاب ہذا کا اڈیشن اول ایسی صورت میں چھپ رہا ہے جبکہ کاغذ کی گرانی اور کساد بازاری نے ہمارے حوصلے پست کر رکھے ہیں۔ لیکن خدا کی ذات سے امید ہے کہ جس طرح آج اتاترک کا چھٹا اڈیشن تیار ہونے والا ہے اس طرح سیرت محمد علی کا یہ اڈیشن بھی جلد ختم ہوجائیگا اور ہم کو متواتر اس کتاب کے کئی اڈیشن چھاپنے پڑیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ قارئین کرام اس کا ذوق وشوق کے ساتھ خیر مقدم فرمائیں گے۔

عوام کی دلچسپی کے لئے

چونکہ میری کتب عوام کے ہاتھوں تک پہنچتی ہیں اس لئے اس کی زبان نہایت سلیس صاف اور عام فہم رکھی گئی ہے۔ تاکہ ہر کس وناکس آسانی کے ساتھ سمجھ سکے اور دوران مطالعہ میں کسی قسم کی پریشانی میں مبتلا نہ ہو۔ یہی چیز میری سابقہ کتب کی مقبولیت کا سبب ہے۔ علاوہ ازیں قیمت بھی معمولی رکھی گئی ہے۔

دیدہ زیبی

اسوقت جبکہ کتابوں پر زیادہ رقم صرف کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ نرم نوبہار نے پھر بھی اس کو دیدہ زیب اور خوبصورت بنانے کی خاطر اس کے سرورق اچھے سے اچھا بنانے کی کوشش کی ہے۔ لکھائی چھپائی کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کیونکہ ارزاں اڈیشن میں چھاپی گئی ہے اس لئے کاغذ عام کتابوں سا استعمال کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کی صحت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ پھر بھی اگر اس میں غلطیاں نظر آئیں تو نرم کو ضرور مطلع فرما کر شکریہ ادا کرنے کا موقعہ دیں۔

ایک وجہ

میں نے مولانا محمد علی مرحوم کے مختصر حالات کتاب مشاہیر ہند میں شائع کئے تھے چند احباب کے اصرار پر جو تشنہ رہ گئے تھے اس کمی کو پورا کرنے کی خاطر اس کتاب کو مرتبہ کیا گیا ہے۔

لاگت سے بھی کم دام پر

کتاب کی قیمت اس قدر کم ہے کہ اس کا پہلا اڈیشن شاید لاگت سے بھی کم دام پر فروخت کیا جا رہا ہے۔ پہلی مرتبہ بلاک وغیرہ کی بنوائی کے داموں میں کافی صرفہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اڈیشن گراں پڑا ہے لیکن ہم نے پھر بھی اس کی قیمت کم اس لئے رکھی ہے "تاکہ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو کر گھر گھر میں پہنچ جائے اور اس کا دوسرا اڈیشن جلد چھاپنا پڑے۔

گزارش ضرورت

اگر کسی صاحب کے علم میں آپ کی زندگی کے متعلق کچھ اور معلومات ہوں تو وہ براہ کرم لکھ کر دفتر نوبہار بک ڈپو میں بھیج دیں تاکہ اس کتاب کے دوسرے اڈیشن میں وہ مضمون شکریہ کے ساتھ

چھاپ دیا جائے۔ جو صاحب کوئی مضمون عنایت فرمائیں گے ہم اپنی اس
کتاب کے دوسرے اڈیشن میں ان کے نام سے بھی عوام کو روشناس کرا دیں گے۔

چند لفظ

فی زمانہ۔ جبکہ ہر قوم ترقی کی طرف جا رہی ہے اور بام عروج پر
پہنچنے کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ تو ہم کو بھی ضرورت ہے کہ
ہم ان مسلم قوم پرستوں کے حالات بار بار اپنی قوم کو سنائیں۔ ہم بار بار ان کی
زندگی کے حالات دہرائیں ہم ہر گھر میں ان کی زندگی کے حالات پہنچا دیں۔
جنھوں نے نہ صرف اپنا مال و دولت بلکہ زندگی جیسی انمول شے کو نثار کر دیا ہو
وہ محض اس لئے تاکہ عوام میں ان جیسی عادت ان جیسے خصال ان جیسے حوصلے
جذبات اخوت۔ ہمدردی اور عمل کے آثار پیدا ہونے لگیں۔ اگر ہم اپنی قوم
کے سامنے اپنے بہادروں اور مجاہدوں اور مبلغوں کے حالات سنائیں گے
تو ان میں ضرور کچھ نہ کچھ اپنے بزرگوں اور اپنے اسلاف کا رنگ پیدا ہو جائیگا
وہ ضرور کچھ نہ کچھ قوم کے ہمدرد ثابت ہونے لگیں گے۔ اس لئے ہم کو اس کی
ضرورت تھی کہ مولانا محمد علی مرحوم جیسی ہستی کے حالات ضرور عوام تک پہونچائیں
مولانا محمد علی مرحوم ان بزرگوں میں سے ایک بزرگ تھے جنھوں نے مرتے
دم تک اپنی قوم اور اپنے ملک کی خدمت انجام دی ہے بھنور میں پھنسے
ہوئے بیڑے کو سنبھالا ہے۔ جنھوں نے منجدھار سے کشتی کو پار
لگایا ہے۔ جنھوں نے قوم کی فلاح اور بہبودی کی خاطر سیدھا راستہ
دکھایا۔ جنھوں نے اپنے قومی بھائیوں کی خاطر اپنا تن من دھن سب
کچھ ارپن کر دیا ہے۔ کیونکہ نہ ہم اپنے اس محسن وطن کی بہادری کے نغمے

اپنی قوم کو سنائیں۔ کیوں نہ ہم اس کے ترانے گائیں۔ کیوں نہ ہم لوگوں کو اس کی کہانی سنائیں جنھوں نے ہم کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ جنھوں نے ہمارے مردہ جسم میں روح سیاست پھونک دی جو چراغ ہدایت لے کر آئے۔ جس کی روشنی میں ہم لوگ اب آسانی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر کے منزل مقصود تک پہونچنے کے لائق ہو گئے ہیں۔

وطنی لیڈر مولانا محمد علی ایک ایسے بلند پایہ قوم اور وطن پرست لیڈر تھے کہ جن کی تعریف نہ صرف مسلمان ہی کرتے ہیں بلکہ دوسرے لیڈر بھی ان کی عزت کرتے ہیں۔ ہندوستانی سیاست دانوں میں در اصل آپ ایک نمایاں پوزیشن رکھتے تھے آپ میں چند ایسی خصوصیات موجود تھیں کہ جنھوں نے مولانا مرحوم کو دوسرے لیڈروں کی نسبت زیادہ بلند کر دیا ہے۔ یہ ہندوستانی ہیرو قابل فخر تھا۔ قابل فخر ہے اور قابل فخر رہے گا۔

بیداری کی تڑپ مسلمانوں میں مولانا محمد علی مرحوم نے بیداری اور تنظیم کی تڑپ جو پیدا کی تھی وہ آج تک بدستور باقی ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا تو باقی رہے گی ہم کو مولانا مرحوم نے بتایا کہ سیاست سے الگ تھلگ رہنا اپنی قوم کو اور خود کو مردہ بنا لینا ہے۔ ورنہ اس سے قبل مسلمانان ہند سیاست کی طرف سے بے پروا تھے ان کو اس چیز سے زیادہ دلچسپی اور نسبت نہیں تھی۔ مولانا کی طرف سے

عام جلسوں میں یہ بتایا گیا کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس زمانہ میں سیاست کی طرف راغب ہونا اور اس سے دلچسپی رکھنا ان کی زندگی کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

ایک گونج تھی جو گونج گئی ——— ایک آواز تھی جو چھپ گئی ایک بانگ تھی جو ہر کس و ناکس کے کان تک پہونچ گئی۔ ایک نغمہ تھا جس نے ہر مسلم فرزند کا دل [illegible] ایک فرزند تھا جس نے فرزندانِ توحید کو دیوانہ بنا دیا

مسلمانوں نے بادۂ سیاست کے نام سے اپنے لب جو تشنہ تھے تر کئے۔ اس کا نشہ اور سرور آج بھی ہماری قوم میں موجود ہے۔ اور جب تک مولانا مرحوم کا نام باقی ہے اس وقت تک یہ خمار بھی باقی رہے گا۔ اور جب تک یہ دنیا قائم ہے اسوقت تک شہید وطن مولانا محمد علی مرحوم کا نام بھی اس دنیا میں باقی رہے گا۔

مسلمانوں کی مشکلات پر خون کے آنسو بہانے والے شیر کی زندگی اس قابل نہیں جو کسی وقت بھی فراموش کی جا سکے۔ دنیا اپنے محسن کو فراموش نہیں کر سکتی ہندوستان ایک عرصہ تک آپ کی موت پر ماتم کرے گا۔ ایک عرصہ ہوا کہ آپ کی جگہ خالی ہو گئی اور افسوس آج تک مرحوم کی جگہ خالی ہے۔ ہندوستان اپنے اس ہونہار سپوت کا جس قدر بھی ماتم کرے وہ کم ہے۔

آزادی کی خاطر	مولانا مرحوم آزادیٔ ہند کے پہلے علم بردار تھے

آپ آزادی آزادی پکارتے اٹھے اور اسکو حاصل کرنے کی خاطر
ہندوستان کو چھوڑا۔ عزیزوں سے منہ موڑا۔ احباب و رشتہ داروں
کی فراقت کو گوارا فرمایا۔ اور ایک طویل سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے
کہا تھا کہ وہ آزادی کے لئے جا رہے ہیں اور آزادی لے کر ہی واپس
آئیں گے۔ کون جانتا تھا کہ ہمارا شیر جو اسوقت آزادی آزادی پکارتا
ہوا ہم سے رخصت ہو رہا ہے ـــــ وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا
ہے کون جانتا تھا کہ آزادی کی دیوی ان کو اپنے پاس بلا لیگی۔ کون
جانتا تھا کہ ہندوستان کی زمین اس فخر قوم کو اپنی آغوش میں نہ لے
سکے گی کون جانتا تھا کہ اس مرتبہ جانے کے بعد آپ پھر کبھی لوٹ کر
ہندوستان نہ آئیں گے۔ ان کے انتقال سے کون نہیں جانتا کہ
ہندوستان ماتم کدہ بن گیا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ ان کی جدائی
میں ان کے برادر کا سینہ شق ہو گیا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ اہل وطن
اپنی اس کمی کو دیکھکر رو پڑے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ آپ نے
آزادی کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ جس کام کا آپ نے بیڑا اٹھایا
تھا جب تک زندہ رہے اسی کام کو کرتے رہے۔ لیکن آہ سے

رستم رہا زمیں پہ نہ بہرام رہگیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہگیا

آپ کی کوشش

آپ نے شروع ہی سے اس بات کی کوشش
کی کہ ہندو مسلم میں تعاون قائم رہے اور ان
دونوں قوموں میں کسی وقت بھی کشیدگی اور عداوت قائم نہ ہو۔ آپ ہی کے

زمانے میں ہندوستان کی سرزمین:۔
ہندو مسلم بھائی بھائی۔ ہندو مسلم بھائی بھائی۔ ہندو مسلم بھائی بھائی۔
کے فلک بوس نعروں سے گونج اٹھی اور یہ دونوں قومیں اس طرح شیر وشکر
ہوگئی تھیں کہ ان میں اختلاف پیدا ہونے کی کچھ بھی امید نہ باقی رہی تھی۔
لیکن ہندوستان بدقسمت ہندوستان واقعی بدنصیب ہندوستان تھا
وہ تعاون جس کی خاطر مولانا مرحوم نے ریناخون پسینہ ایک کر دیا تھا۔
افسوس زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا۔ اگر یہ تعاون برقرار رہتا تو آج
ہندوستان میں نہ سیاسی جھگڑے پیدا ہوتے۔ نہ یہ پریشانیاں
نظر آتیں اور نہ عجیب وغریب سوال اٹھتے۔ ہندوستان فارغ البال
نظر آتا۔ اس کی اقتصادی حالت بہت اچھی ہوجاتی۔ خانگی جھگڑے
اور فساد ختم ہوجاتے۔ سب کے سب ہندوستانی مل کر اگر کام کرتے تو آج
ہندوستان ترقی کے بام عروج پر پہونچ جاتا۔

مسرت کا ہند

ہندوستان میں اس تعاون ہی کی بدولت ہر
طرف مسرت پر مسرت۔ خوشی ہی خوشی اور شادمانی
ہی شادمانی نظر آتی۔ لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ مخالفت اور عدم تعاون کے
سبب اس ملک میں بے چینی۔ پریشانی اور افلاس پیدا ہوگیا ہے۔
کاش مولانا نے جس طرح اپنی کوششوں سے ہندو اور مسلمانوں کو ایک
کر دکھایا تھا اس طرح ہندوستان کی یہ دو بڑی قومیں ایک مرتبہ پھر
ایک ہوجائیں اور اپنے دلوں سے تعصب بغض اور کینہ کو نکال ڈالیں تو

ہمارا ہندوستان پھر جنت نظیر بن سکتا ہے اس میں از سرِ نو پھر بہار آ سکتی ہے اس میں دوبارہ مسرت اور شادمانی کے دریا بہہ سکتے ہیں۔ کاش مولانا محمد علی مرحوم اس دنیا میں موجود ہوتے تو ایک مرتبہ پھر ہندو قوموں میں اتحاد قائم ہو جاتا۔

خدا جانے جو جگہ آپ کے نہ ہونے کے سبب سے خالی ہو گئی ہے وہ کب پر ہو۔ آج بھی ہندوستان والوں کو مولانا محمد علی کی ضرورت ہے۔ اور یہ ضرورت خدا جانے کب تک پوری نہ کی جا سکے گی۔

رعب و دبدبہ آپ کی شکل و صورت سے رعب و دبدبہ۔ شجاعت بزرگی جلیل ہونے کی تمام آثار نمایاں تھے۔ آپ کی زبان میں قدرت نے عجب طرح کی مٹھاس بھر دی تھی جب وقت آپ تقریر کرتے لوگوں پر سکتہ سا طاری ہو جاتا تھا ہر طرف خاموشی چھا جاتی تھی۔ اس شیر اسلام کی گرج میں کسی موقع پر بھی فرق نہیں آیا۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی اور آزادی کے شیدا اور قوم پروری کے دلدادہ تھے۔

آپ نے اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کیا وہ نہ صرف مسلمانوں ہی کے لئے کیا بلکہ دوسروں کے مفاد کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ انصاف پسندی آپ کا خاص جوہر تھا۔ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں چشمہ استعمال کیا کرتے تھے۔ نجم الحسن کے ساتھ آپ کی زندگی کے زرین واقعات اپنی اس کتاب میں لکھ رہا ہوں۔

ندیم صہبائی

سیرت محمد علی رح

ہمارا ہندوستان

ہند جس کو انگریزی میں انڈیا کہتے ہیں کوئی چھوٹا سا ملک نہیں ہے بلکہ ایک عظیم الشان جزیرہ نما اور بر اعظم ہے جس میں بے شمار و بے حد صوبے ہیں۔ علاوہ ازیں دوسرے ملکوں کی طرح اسکی آبادی غیر معمولی زیادہ ہے کثرت سے لوگ اس ملک میں آزاد ہیں۔ اگر سچ کہیئے تو اس ملک میں ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ آباد ہیں۔ وسیع بر اعظم ہونے کے سبب اس کے صوبوں کی طرح معاشرت بھی جداگانہ اور زبان بھی مختلف ہے۔ اگر اس جگہ صرف ایک قوم آباد ہوتی تو آج تک اسکو اس قدر نقصان نہیں پہونچتا چونکہ اس جگہ بہت سی قومیں آباد ہیں جن کی طرز معاشرت میں فرق۔ مذہب میں فرق خیالات میں فرق۔ غرضکہ ہندوستانیوں کی ہر بات میں اختلاف موجود ہے۔ خاص کر اس ملک کی دو قومیں زیادہ معزز خیال کی جاتی ہیں جن میں سے ایک ہندو قوم اور دوسری مسلم قوم۔

مولانا محمد علی مرحوم نے سمجھ لیا کہ ان دونوں قوموں کا اتحاد ملک کے مفاد کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ چنانچہ انھوں نے ہندو اور مسلمانوں کو ایک زنجیر میں جکڑنے کی خاطر جس ہمت و استقلال سے کام لیا وہ آیندہ کے

صفحات پڑھنے پر آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ ہم آپ کی زندگی کے زرین کارنامے یکے بعد دیگرے ہدیۂ ناظرین کرنے لگے ہیں۔

مولانا کے جدِ امجد

مولانا محمد علی مرحوم کے دادا صاحب کا نام نامی اسم گرامی علی بخش خاں تھا آپ کے نام کے ساتھ پہلے منشی لگا کر آپ کو پکارا جاتا تھا یعنی منشی علی بخش خاں صاحب۔ آپ ریاست رامپور میں قیام پذیر تھے رام پور ایک اسلامی ریاست ہے جہاں منشی علی بخش خاں ایک اونچے عہدے پر سرفراز تھے۔ علاوہ ازیں آپ کے حسن اخلاق نے اہل رامپور کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

خوش خلق اور بامروت ہونے کے سبب آپ نے ریاست رامپور میں ہردلعزیزی حاصل کر رکھی تھی اور بڑے بڑے لوگوں سے گہرے تعلقات اور اثر ورسوخ تھے۔

ان دنوں رامپور ریاست کے نواب صاحب نواب یوسف علی خاں تھے آپ کو نواب صاحب کا دست راست خیال کیا تھا۔ نواب صاحب آپ سے بے حد خوش اور مانوس تھے۔ بہت زیادہ ان کی قدر اور عزت افزائی کرتے تھے۔

سنہ ۵۷ء کا غدر

یہ ایک ایسا زمانہ تھا جبکہ لوگوں میں حکومت کی طرف سے بے چینی پھیلی ہوئی تھی عوام بغاوت پر آمادہ تھے یہ زمانہ یورپین حکومت کے لئے بہت ہی خطرناک اور خوفناک تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ غدر ۱۸۵۷ء کی چنگاری نے قریب تمام لوگوں کو اپنی آگ میں

لپیٹ لیا تھا۔ ایسے وقت میں مولانا مرحوم کے دادا نے بڑی عقل مندی اور دانشمندی سے کام لیا۔

کوشش کے ذریعے

ان دنوں شاہی حکومت سخت پریشانی میں مبتلا تھی آپ نے اپنی حسن تدبیر کے سبب حکومت کو پریشانی سے نجات دلا دی۔

یہ کام ایک بہت بڑا کام تھا۔ جس کے سبب آپ نے بہت زیادہ شہرت حاصل کر لی اور اس کے عوض حکومت کی جانب سے ضلع مرادآباد میں ایک جاگیر عطا کر دی گئی۔ مرادآباد ریاست رامپور کے قریب ہی واقع ہے۔

منشی علی بخش کے خلف رشید یعنی مولانا محمد علی مرحوم کے والد بزرگوار کا نام عبدالعلی خاں تھا۔ آپ بھی اپنے والدین کی طرح ریاست رامپور کے نظام وغیرہ میں حصہ لیتے تھے۔ آپ کی بھی بہت عزت اور قدر و منزلت کرتے تھے نواب صاحب کی مہربانیاں ان کے والد کی طرح ان کے ساتھ تھیں۔

جواں مرگ

موت۔ یا ظالم موت۔ جس کو آج تک کسی پر رحم آیا ہے اور نہ آئے گا وہ بھی عبدالعلی خاں کے انتظار میں تھی اور اپنے حملے کا شکار بنانے کی غرض سے ان کے قریب ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اس وقت مولانا مرحوم کے والد کا زمانہ جوانی کا تھا۔ آپ عہد شباب کی زندگی گزار رہے تھے۔ کون جانتا تھا کہ موت جوانی کے عالم میں اس شخص کو اپنا لقمہ بنانے والی ہے۔ کہ جس کے فیض کے چشمے ریاست رامپور میں جاری تھے۔ کون جانتا تھا کہ عبدالعلی جیسی زبردست ہستی جسے ابھی زیادہ خدمت وطن کا

موقعہ بھی نہیں ملا تھا اور وہ امید سے قبل اور قیاس سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہکر اس پر بہار دنیا کو چھوڑنے والا ہے کون جانتا تھا کہ ایک نوشگفتہ وطن اہل وطن سے منہ موڑ کر آخرت کا سفر کرنے والا ہے۔

اچانک اور ناگہانی طور پر ہیضہ کے موذی مرض نے آپ پر سخت حملہ کیا جس کے سبب آپ کی حالت فوراً ہی زیادہ خراب ہو گئی۔ اس مہلک مرض کا حملہ اس قسم کا شدید تھا کہ جس سے آپ نجات نہ پا سکے اور اہل وطن کو سسکتا ہوا چھوڑ کر چل بسے آہ ع

"حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے!"

پس ماندگان آہ اسوقت جبکہ مولانا مرحوم کے والد عبد العلی صاحب کا انتقال ہوا اسوقت مولانا محمد علی کی والدہ محترمہ کی عمر صرف ۲۷ سال کی تھی۔ اس عمر میں عورت کے سر سے شوہر کا اٹھ جانا اس پر دنیا کی سب سے بڑی مصیبت کا آجانا خیال کیا جاتا ہے عموماً دنیا والے ایسی ہی حسرت ناک موت کا ماتم کرتے ہیں۔ ایسے ہی جواں مرگ کو برسوں روتے ہیں۔ چنانچہ ان کے انتقال فرمانے کے بعد والدہ محمد علی کو جس قدر صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ عوام سے زیادہ ایک نوجوان بیوی خوب لگا سکتی ہے۔ اس رنج والم کی تکلیف کا حال اس شباب آفرین سہاگن سے معلوم کرو کہ جس کا سہاگ لٹ چکا ہو اس نوعمر بیوی سے معلوم کرو جس کا نیک اور قابل شوہر اس کو دنیا میں رونے کے لئے ہمیشہ کے لیئے چھوڑ گیا ہو۔ آہ اسوقت جبکہ عبد العلی صاحب کا انتقال ہوا۔ مولانا

محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف دو برس کی تھی - آپ یتیمی کے عالم میں جس کا کہ
اس وقت آپ کو احساس بھی نہ تھا اپنی مشفق و مہربان مادر کی آغوش الفت
میں پڑے ہوئے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں ہلایا کرتے تھے - اپنی معصومانہ باتوں
سے اپنی والدہ کا دل لبھایا کرتے تھے -

والدہ مولانا محمد علیؒ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی والدہ محترمہ کو وہ دل و دماغ عطا فرمایا تھا کہ جس کی تعریف
احاطہ تحریر سے باہر ہے - آپ نہایت ہی عقل مند ذہین دور اندیش
شفیق اور مہربان ماں تھی - آپ کے خیالات نہایت ہی بلند اور امید سے
زیادہ عمدہ تھے -

مولانا مرحوم میں بھی اوائل عمر ہی سے اپنی والدہ کی تمام خوبیاں موجود
تھیں - ان ہی کی روح ان ہی کا دماغ ان ہی کی عقل غرض کہ ان کا
گوشت پوست آپ موجود تھے - آپ کی والدہ کو یقین تھا کہ ان کا یہ
ہونہار فرزند ضرور غیر معمولی انسان ہوگا -

مولانا شوکت علیؒ

آپ مولانا محمد علی کے بڑے بھائی تھے اور آپ نے مولانا مرحوم کی زندگی میں ہمیشہ ان کا ساتھ
دیا بہت سے کاموں میں ہاتھ بٹایا یا یہ خیال کیجئے کہ مولانا شوکت علی مولانا
محمد علی کے قوت بازو تھے لیکن یہ اور بات ہے کہ مولانا محمد علی نے آفتاب
بن کر تمام دنیا کو چکا دیا اور غیر معمولی شہرت حاصل کرلی -

بیوگی کا نعم البدلؒ

والدہ محمد علی کا سہاگ اجڑ چکا تھا - زندگی

کا سہارا اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا سرپرست اور ان کا والی اب دنیا میں موجود نہ تھا ان کے موت کے بعد مولانا محمد علی کی والدہ کی زندگی میں بہت سی تبدیلی پیدا ہو چکی تھی - اور یہ تبدیلی ہوئی بھی چاہیئے تھی شوہر کے انتقال کے بعد عموماً بیوی عورتوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے ان میں ایک قسم کا انقلاب سا پیدا ہونے لگتا ہے۔ شوہر کا غم اس کی جدائی کا رنج والدہ محمد علی کو ضرور رستا تا ہوگا لیکن اپنے شوہر کے اٹھ جانے کے بعد والدہ محمد علی نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو اپنے لئے سرمایۂ زندگی خیال کیا۔ ان کو نعم البدل خیال کیا - ان ہی دونوں کو اپنے لئے کافی خیال کیا۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ خدا کی مرضی پر ہر انسان کا راضی ہونا لازمی ہے۔

اسی میں وہ بھی راضی تھیں کہ جس میں تھا خدا راضی

احساسات

جب مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی ہوش سنبھالنے کے قابل ہو گئے اسوقت قدرتی طور پر والدہ محمد علی کے دل میں اپنے بچوں کو اعلیٰ اور عمدہ تعلیم دلانے کا جذبہ پیدا ہو گیا آپ نے یہ بھی خیال کیا کہ اعلیٰ خاندان کے بچوں کی تعلیم ان کے بزرگوں اور اسلاف کی طرح اعلیٰ ہونی چاہیئے۔ بار بار یہ خیال ہی پیدا ہوتا رہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو ان کی تعلیم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو ان کی تعلیم میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ یہ ایک قدرتی جذبہ تھا جو والدہ محمد علی کی طبیعت میں پیدا ہوا مدنہ بیوگی کے عالم میں بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا خیال دل میں لانا ہر عورت کے بس

کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ زندگی گزارنا ہی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ کجا یہ کہ
اعلیٰ تعلیم کی حصول پر پانی کی طرح رقم خرچ کر دینا۔ واقعی یہ ایک بہت
بڑی ہمت کا کام تھا۔ ہم ان کو اس مبارک جذبے کی مبارک باد دیتے ہیں
خدا کرے کہ ہم مسلمانوں میں اور بھی مائیں اسی قسم کا خیال جذبہ اور دماغ لیکر
دنیا میں آئیں تاکہ ہماری قوم مستقبل قریب میں ایک عالم قوم کی صورت میں
نظر آئے اور اغیار بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان رہنے لگیں۔ آمین۔

انتہائے استقلال

والدہ محمد علی کے خیال اور ان کے ارادے
جب ان کے عزیز و اقربا اور رشتہ داروں
کو معلوم ہوئے تو انھوں نے والدہ علی برادران کو سمجھایا اور ان کو بتایا کہ
ایسی حالت میں تعلیم پر روپیہ زیادہ خرچ کرنا خود کو مالی اور دنیاوی
پریشانی میں مبتلا کرنے کے ماسوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ آخر
اتنی دولت کہاں ہے کہ جو ایک نہیں بلکہ دو بچوں کی اعلیٰ تعلیم پر خرچ
کی جائے گی۔ کسی نے کہا کہ آخر تعلیمی مصارف کیونکر پورے کئے جائیں گے
کسی نے کہا کہ بالفرض اگر ان کی تعلیم کا سلسلہ جاری بھی کر دیا گیا تو پھر کب تک
خرچہ برداشت کر دیا جائے گا۔ کسی نے یہ مشورہ دیا کہ ایسا کرنے میں
پریشانی کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

اسی طرح والدہ محمد علی کے سامنے ان لوگوں نے پریشانی اور مصیبت
کی دیوار کھڑی کر دی۔ اور تعلیم کو مصیبت کا پہاڑ بنا کر دکھا دیا عزیز و
اقارب اس راہ گزر کے پتھر بن گئے جس پر سے بی اماں گزرنا چاہتی تھیں ۔

شانِ ارادی

اگر والدہ محمد علی کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو اس کا پائے استقلال ضرور ڈگمگا جاتا تھا وہ ضرور لڑکھڑا جاتی۔ عزیز و اقارب کے کہنے میں آجاتی۔ وہ ان کے مشوروں کو نیک مشورہ خیال کر کے اپنا ارادہ تبدیل کر دیتی۔ وہ یہ سمجھتی کہ جو کچھ بھی اس کے رشتہ دار اسکو سمجھا رہے ہیں وہ درست ہے۔ وہ ان کو دشمن نہیں بلکہ اپنا دوست ہی خیال کرتی مگر والدہ محمد علی کی شانِ ارادی بھی غیر معمولی تعریف کے قابل ہے کیونکہ ان تمام لوگوں کے سمجھانے کے باوجود بھی آپ کے خیالات میں نہ تو تبدیلی پیدا ہوئی اور نہ آپ کے پاؤں ڈگمگائے ان میں نام کو بھی لغزش نہ پیدا ہو سکی۔ انھوں نے اپنے ارادے کو اٹل خیال کیا۔ اور جو ارادہ کیا تھا اسکو نہایت ہی استقلال کے ساتھ بخندہ پیشانی عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار ہو گئیں۔

عورت تو کیا اگر ایسی حالت میں کوئی مرد بھی ہوتا تو وہ بھی عجیب قسم کے جھنجھٹ میں پھنس جاتا وہ بھی اسی طرح کے مشورے نہیں کرواتا دماغ تھام لیتا۔ پریشانیوں میں الجھ جاتا۔ اور اتنی جلد اپنے کسی ارادے کا قطعی فیصلہ کرنے میں ناکام رہتا لیکن قدرت نے والدہ محمد علی کو وہ دل عطا فرمایا تھا کہ اس میں استقلال کا خون۔ اور اولوالعزمی کا گوشت موجود تھا۔ جس میں مضبوط اور طاقتور روح اپنا کام کر رہی تھی۔ آپ نے ان کے مشورہ پر ذرہ برابر غور نہ کیا اور ان کے اس انکار کی نام کو بھی پرواہ نہ کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا بی اماں اپنے ان دونوں فرزندوں کو آسمانِ علم پر چمکتا

ہوا دیکھنے کے لئے بیتاب اور بیقرار تھیں چنانچہ آپ نے اپنی اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگائی۔ اس قسم کا استقلال جب عورت میں موجود ہو وہ دنیا کی ایک بہت بڑی عورت ایک بڑی رفیق والدہ ایک محسن سرپرست کہلانے کی ضرور مستحق ہے۔ ہم بی اماں پر جس قدر بھی فخر کریں وہ کم ہے۔ آپ کے استقلال نے مولانا محمد علی مرحوم کو ایک نیچی جگہ سے نکال کر چرخ چہارم پر پہونچا دیا۔ اگرچہ آپ دیہاتی تھیں

ہند کا تعلیمی مرکز

ہندوستان بھر میں علی گڈھ کو تعلیمی حیثیت سے جو شہرت حاصل ہے۔ وہ کسی دوسرے ہندوستانی شہر کو حاصل نہیں ہے کہ آج تک علی گڈھ سے بے شمار عالم بن کر نکل چکے ہیں۔ اسلامی تعلیم کا مرکز یہ ہی ہے اس جگہ کی تعلیم نے بڑے بڑے لوگوں کو چمکا کر آسمان پر پہونچا دیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی گڈھ کی آب و ہوا ہی اس قسم کی ہے جو وہاں کے ہر طالب علم کو عالم فاضل بنا دیتی ہے ایک دو ہستیاں نہیں بلکہ ہزاروں ان بزرگوں کے نام آپ کو یاد ہوں گے جنھوں نے اسی تعلیمی مرکز کے ذریعے خود بھی فیض حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فیض پہونچایا!

مسلمانوں کو اپنے اس تعلیمی مرکز سے بے حد دلچسپی رہی ہے اور اب بھی ہے۔ دنیا بھر کے بڑے بڑے تعلیمی درسگاہوں میں علی گڈھ یونیورسٹی کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ سر سید کی کوششوں نے مسلمانوں کو بیحد چین پہونچایا۔

حصول تعلیم کیلئے

چونکہ علی گڈھ یونیورسٹی ان دنوں بھی تعلیمی مرکز تھا اس لیئے بی اماں نے اپنے دونوں بچوں کو حصول تعلیم کی خاطر علی گڈھ محض اس لئے بھیج دیا کہ ان کے دونوں نور نظر لخت جگر لیڈر بن کر اس اسلامی درس گاہ سے نکلیں۔ عام طور پر بڑے بڑے لوگ بھی ابتدائی تعلیم شہری مدرسوں یا اسکولوں میں دلوانے کے بعد کالج میں لڑکوں کو داخل کرتے ہیں۔ مگر والدہ محمد علی کی ہمت دیکھیئے کہ انھوں نے ایسا بھی نہیں کیا بلکہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی ابتدائی تعلیم کو بھی کالج میں پورا کر دیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی نے اپنی ابتدائی تعلیم علی گڈھ جیسے تعلیمی مرکز میں پوری کی۔ اس کے بعد آپ کو محمڈن کالج میں اعلیٰ تعلیم کی حصول کی خاطر داخل کرا دیا گیا۔ جہاں آپ نے بڑی دلچسپی شوق اور رغبت کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔

اس معاملے میں والدہ محمد علی نے بڑی اولو العزمی سے کام لیا اور یہ ایک ایسا کارنامہ چھوڑا کہ جس کی مثال بہت کم ملتی ہے عوام کو اس کام کی تقلید کرنا چاہیئے۔ ہر ماں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم کا ایسا ہی خیال رکھے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر کس و ناکس اتنی ہمت سے کام ہرگز ہرگز نہیں لے سکتا تھا۔ بی اماں نے اس کام کو اپنے لئے ایک ضروری فرض خیال کر لیا تھا جس کو پورا کرنے کے لئے وہ بیتاب اور بے قرار تھیں۔

کالج میں پوزیشن

مولانا محمد علی کو قدرت نے زبردست دماغ ذہانت اور تیز فہمی عنایت کی تھی۔ جس کے

سبب آپ نے کالج میں نمایاں خصوصیت حاصل کرلی تھی۔ اساتذہ آپ سے بیحد خوش اور مانوس تھے۔ عام طلباء کی نسبت آپ بہت زیادہ ہوشیار تھے۔

علی گڑھ یونیورسٹی اپنے اس شاگرد رشید پر ہمیشہ جس قدر چاہے فخر کر سکتی ہے۔ آپ نے حصول تعلیم میں بڑی محنت سے کام لیا اور نہایت ہی شوق و ذوق کے ساتھ علم کی دولت کو خوشی خوشی حاصل کیا اور اسی دولت نے آپ کو بہت جلد بام عروج پر پہونچا کر آفتاب درخشاں کی طرح چمکا کر دکھایا۔

سفر انگلستان

نوجوانی کے عالم ہی میں آپ علی گڈھ یونیورسٹی کے اعلیٰ نصاب کی تعلیم سے فارغ ہوگئے۔ آپ کا سلسلہ تعلیم محض اس جگہ ختم نہیں ہوا بلکہ آپ کو حصول تعلیم کی غرض سے ہندوستان سے انگلستان کی جانب روانہ کر دیا۔

بی اماں کی ہمت واقعی ایک غیر معمولی چیز تھی ورنہ اس زمانے میں ہندوستان کی مائیں اپنی اولاد کو انگلستان بھیجنے کے لئے مشکل ہی سے تیار ہوتی تھیں۔ لیکن آپ نے مولانا محمد علی پر دراصل بہت بڑا احسان کیا جو ان کو انگلستان جانے کی اجازت دیدی قدرت خود بی اماں سے کام کرا رہی تھی۔ انگلستان پہونچ کر مولانا محمد علی آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخل ہوگئے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی

دنیا بھر کی درسگاہوں میں آکسفورڈ یونیورسٹی

کو تعلیمی حیثیت سے جو شہرت دوام حاصل ہے۔ اس کے لئے باقی درسگاہیں محتاج ہیں۔ یوں تو انگلستان میں بے شمار درس گاہیں موجود تھیں لیکن اوکسفورڈ یونیورسٹی خاص خاص طلباء کے لئے وقف تھی۔ اس تعلیمی مرکز میں صرف معمولی طلبا نہیں بلکہ شاہی خاندان کی تعلیم کا بھی انتظام تھا۔ دنیا بھر میں اس یونیورسٹی کا نام نہایت ہی عزت سے لیا جاتا ہے اس وقت سے آج تک آکسفورڈ یونیورسٹی برابر مشہور چلی آرہی ہے۔ آج تک بیشمار علامہ بن بن کر اس یونیورسٹی سے نکل چکے ہیں۔ کس قدر فخر اور مسرت کا مقام ہے کہ مولانا محمد علی یتیم ہونے کی صورت میں بھی آکسفورڈ میں داخل ہو گئے۔ اس جگہ آپ نے بڑی سرگرمی سے خود کو حصول تعلیم کی خاطر وقف کر دیا۔ اور جب تک آپ وہاں رہے برابر سرگرمی سے کام لیتے رہے۔ ہم کو مولانا مرحوم کی ہستی پر جس قدر بھی فخر کریں وہ بے جا اور مبالغہ آمیز نہ ہوگا سنہ ۱۸۹۸ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۲ء تک یعنی چار سال تک مولانا محمد علی ان کے ممبر بنے رہے۔ ....

آپ سول سروس کے امتحان میں شریک ہوئے لیکن اس میں آپ کو ناکامی ہوئی اس کی اصل وجہ آپ کا انہماک تھا۔

انگلستان سے واپسی

سنہ ۱۹۰۲ء میں مولانا محمد علی آکسفورڈ یونیورسٹی کی سند حاصل کر کے اپنے عزیز ترین وطن ہندوستان جنت نشان میں واپس آ گئے۔ آپ کی واپسی پر بی اماں کو جس قدر خوشی ہوگی وہ کوئی ان ہی کے دل سے پوچھے۔ کیونکہ بی اماں اتنے شکر

ایسی ہی پوزیشن میں دیکھنا چاہتی تھیں۔ آج ان کا نور نظر اور پارہ جگر آکسفورڈ یونیورسٹی کا ڈپلوما ہولڈر تھا۔

ریاست بڑودہ کی ملازمت

انگلستان کی واپسی کے تھوڑے ہی عرصے بعد مولانا محمد علی کو ریاست بڑودہ میں ملازمت مل گئی۔ لیکن افسوس آپ جیسے قابل انسان کو محکمہ افیون کے ایک اچھے عہدے پر سرفراز فرمایا گیا۔ عہد ملازمت میں مولانا مرحوم نے بڑی تن دہی اور بیدار مغزی سے کام لیا۔ اور اس محکمہ میں جو جو خامیاں یا کمزوریاں تھیں ان کو آپ نے دور کیا جہاں جہاں مناسب خیال کیا اصلاحات بھی کیں۔

انسداد مظالم

کاشتکاروں پر ریاست میں جو مظالم ڈھائے جاتے تھے ان پر آپ کی گہری نظر گئی ہوئی تھی اور کسانوں کی بے کسی اور بے بسی پر آپ کا دل تڑپ اٹھتا تھا چنانچہ آپ نے خدا کا نام لے کر انسداد مظالم کی کوشش کی۔ جس میں خداوند تعالیٰ نے ان کو کامل طور پر کامیابی عطا کی۔ اس طرح کسانوں اور کاشتکاروں کے دلوں سے نکلی ہوئی دعاؤں نے مولانا محمد علی مرحوم کو نوازا۔ اور وہ لوگ جن پر ظلم ہوتے تھے۔ انھوں نے آپ کے سامنے سر عقیدت تسلیم کر دیئے وہ دل ہی دل میں دعائیں دیتے اور مولانا محمد علی کی تعریف کرتے تھے۔ اس طرح آپ نے بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔ کسانوں کے دلوں سے نکلی ہوئی دعاؤں نے ضرور آپ کو فیض پہونچایا ہوگا۔ کیونکہ دکھے ہوئے

دلوں سے نکلی ہوئی دعائیں قدرت ضرور پوری کرلیتی ہے +

جامعہ اسلامیہ اسی زمانہ کا آپکا دوسرا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپنے علاقہ ڈابھیل میں اسلامی درسگاہ ڈابھیل کو آپ کی کوشش اور سفارش سے مطلوبہ جگہ مل گئی۔ ہم کو امید ہے کہ آنے والے زمانے میں جامعہ اسلامیہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا تعلیمی مرکز بن جائے گا اور اپنی قوم کے لاکھوں انسان اس تعلیمی مرکز سے استفادہ حاصل کریں گے۔

عوام میں آپ کے اس کارنامے نے ایک خاص محبت پیدا کردی۔ اور جو لوگ اس کے حامی تھے وہ تو یہ دیکھکر آپ کے گرویدہ ہوگئے۔ مولانا محمد علی مرحوم بھی ایک ایسی ہستی تھی کہ جس نے جامعہ اسلامیہ کی مطلوبہ زمین اس کو واپس دلادی۔ ورنہ آپ کی کوششوں سے قبل اس زمین کی واپسی کی امید نہیں تھی۔ خدا کرے کہ جامعہ اسلامیہ بہت جلد علی گڈھ یونیورسٹی کی طرح ایک بلندپایہ درسگاہ بن کر مسلمانوں کو اپنے چشمۂ علم و فیض سے فیض پہونچانا شروع کردے۔ اور مسلمانوں میں علم کی جو کمی میری طرح محسوس ہورہی ہے اس کو پورا کردے۔

خراج تحسین جب مہاراجہ نے یہ دیکھا کہ اسکی رعایا مولانا محمد علی مرحوم کی طرح روز بروز زیادہ سے زیادہ جھکتی جارہی ہے۔ عوام گرویدہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ آپ کے چرچے ہونے لگے ہیں تب مہاراجہ صاحب کی نگاہ التفات آپ پر پڑنے لگی

اور خود مہاراجہ صاحب کی جانب خراج تحسین و آفرین پیش کیا جانے لگا۔
کون جانتا تھا کہ اس تھوڑی سی مدت میں مہاراجہ مولانا محمد علی سے
اس قدر خوش ہو گیا کہ وہ خراج تحسین بذات خود بھی پیش کرنے لگے گا
ہم صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ مولانا کی علمی قابلیت اور نیک سیرت نے ان
کو تھوڑے ہی عرصے میں لوگوں کی نگاہ میں اور بھی بلند کر دیا۔

احساس حریت مولانا محمد علی شروع ہی سے آزاد خیال تھے وہ خود بھی آزاد رہنا چاہتے تھے اور دوسروں کو بھی
آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ ہندوستانی ریاست کی ملازمت میں جس قسم کی
آزادی آپ چاہتے تھے وہ بھلا کیونکر آپ کو نصیب ہو سکتی تھی۔ آپ اپنی
آزادی کی خاطر بالکل اس نوگرفتار طائر کی طرح بیتاب تھے جو جس کو چمن
سے لا کر کسی قفس میں بند کر دیا گیا ہو۔ وہ بیتاب تھے اور آزادی چاہتے
تھے۔ ریاست کا کام کرتے کرتے آپ کا دل گھبرا گیا تھا۔ اور یہ کام آپ کے
مذاق کے مطابق بھی نہ تھا۔ لیکن آپ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے
فی الحال ریاست کی ملازمت کو استعفیٰ تو نہیں دیا البتہ مصلحت وقت کے
خیال سے دو برس کے لئے چھٹی لے لی۔ جو منظور کر لی گئی۔

کامریڈ کا اجرا ریاست کی ملازمت سے چھٹی لینے کے بعد آپ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور کلکتہ پہونچ کر آپ نے
ایک ہفتہ وار اخبار کامریڈ نکالا۔ مولانا محمد علی کا یہ سب سے پہلا پرچہ تھا
جس کو آپ نے فن صحافت کا تجربہ حاصل کرنے کے لئے نکالا تھا۔ اخبار نکالنے

کی آپ کی یہ سب سے پہلی کوشش تھی۔

کامریڈ نکلتے ہی مقبول عام ہو گیا۔ لوگوں نے بڑی مسرت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا اور لوگوں نے محمد علی کے اس ہفتہ وار اخبار کو اپنے زیادہ نوازہ۔ اس کی اشاعت میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا۔ اشاعت کا یہ عالم تھا کہ اس کی تعداد عام اخباروں سے بدرجہا بڑھ گئی۔ یہ سب کچھ مولانا محمد علی کی قابلیت اور علمی ذوق کا سبب تھا۔

مولانا محمد علی کے مضامین

آپ کے مضامین مشہور اخبارات میں شائع ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں آپ نے ایک ایسا مضمون لکھا کہ جس پر لارڈ منٹو نے بھی خراج عقیدت پیش کیا۔ انگریزی کے اخباروں میں آپ کے مضامین برابر نظر آتے تھے۔ ٹائمز آف انڈیا۔ آپ کے بیش بہا مضامین برابر جگہ پاتے تھے۔

منٹو مارلے اصلاحات پر تبصرہ

منٹو مارلے اصلاحات پر جو کچھ بھی مولانا محمد علی نے لکھا وہ مسٹر گوکھلے اور آپ کے درمیان ایک بہت بڑا سیاسی پیش خیمہ ثابت ہوا۔

تھوڑے ہی دنوں کی مشغولیت نے مولانا محمد علی کو ایک مشہور اور تجربہ کار اخبار نویس بنا دیا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آپ کی زندگی اس صحافت کے لئے ہے اس لیئے آپ اس میں ہمہ تن مشغول ہو گئے اور کامریڈ ہی برابر بلند پایہ مضامین دے دے کر اس کی اشاعت بڑھاتے رہے۔

شانِ بے نیازی

آپ کو اخبار نویسی کا اس قدر شوق... ہو گیا تھا کہ آپ نے گراں بہا پیش کشوں کو بھی اپنے اس شوق کے سامنے ٹھکرا دیا۔ جاورہ کی وزارت عظمیٰ کی خاطر والی ریاست اور سر مائیکل اڈوائر نے پیش کش کی لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔

پایہ تخت دہلی

اسوقت جبکہ مولانا محمد علی کے اخبار کامریڈ کا اجرا ہوا تھا۔ ہندوستان کا پایہ تخت کلکتہ تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد حکومت نے دہلی کو اپنا پایہ تخت قرار دے لیا۔ خاندان مغلیہ اور اس سے قبل بھی دہلی ہندوستان کا دارالسلطنت تھا خدا کو دہلی کی شان برقرار رکھنی منظور رہتی اسلیئے انگریزوں نے بھی اس قدیم شہر کو پایہ تخت قرار دیدیا۔ اس روز سے آج تک دہلی تمام ہندوستان کا دار الخلافہ مانا جا رہا ہے۔

موسم سرما میں وائسرائے صاحب بہادر کا دفتر بھی دہلی میں رہتا ہے صرف موسم گرما میں دفتر شملہ میں تبدیل ہو جاتا ہے لیکن دار الخلافہ دہلی ہی رہتا ہے۔

دفتر کامریڈ کی تبدیلی

جب حکومت کا دفتر کلکتہ سے تبدیل ہو کر دہلی میں آ گیا تب مولانا محمد علی نے بھی کامریڈ کے دفتر کو کلکتہ سے دہلی میں تبدیل کر لیا۔ اور جہاں حکومت بھی اسی جگہ اپنے انگریزی اخبار کامریڈ کے دفتر کو بھی تبدیل کر دیا۔

مولانا اور نامہ نگاری

اگرچہ مولانا محمد علی مرحوم نے فن صحافت باضابطہ طور پر کسی استاد سے حاصل نہیں کیا تھا اور نہ اس سے قبل اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے باوجود بھی مولانا محمد علی بہترین نامہ نگار۔ مقرر اور مضمون نگار ثابت ہوئے ہندوستان کے بڑے بڑے اخباروں میں آپ کے ٹھوس اور قیمتی مضامین برابر نظر آتے رہتے تھے۔ آپ کے مضامین کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عوام نہایت ہی دلچسپی کے ساتھ ان کو پڑھتے تھے۔ اور بیقراری کے ساتھ آپ کے مضمون کا انتظار کرتے تھے۔

مطمح نظر

مولانا محمد علی مرحوم نے اپنے اخبار کو ایک قابل اور بہترین نامہ نگار کی طرح چلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں کامریڈ کی اشاعت امید سے زیادہ بڑھ گئی اور یہ اخبار برابر ترقی کرتا رہا کامریڈ کے مضامین سے مولانا محمد علی کے خیالات اور احساسات برابر ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ یہ ہی چاہا کہ مسلمانوں کے سیاسی و دیگر قسم کے حقوق کی ترجمانی کریں ان کی آواز اور مطالبے کو حکومت کے کانوں تک پہونچا دیں۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی چاہا کہ ہندوستان کی مختلف قوموں میں کامل طور پر یگانگت اور اتحاد قائم ہو جائے آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ ہندوستان کی یہ بڑی قومیں آپس میں شیر و شکر ہو کر مل جائیں۔ آپ جانتے تھے ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے مادر وطن ہند کو کافی فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ آپ کے اخبار میں برابر اس قسم کے مفید ترین

مضامین اشاعت پذیر ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ اپنے زور قلم کے ذریعہ اس خلیج کو جو ہندو مسلم قوموں کے درمیان حائل ہے۔ اسی طرح خشک کردیں کہ آئندہ اس کا وجود ہی باقی نہ رہے اس کام کے لئے مولانا محمد علی مرحوم نے برابر اپنا زور قلم صرف کر دیا۔

اس زمانے میں کامریڈ جیسا مقبول عام اسلامی انگریزی اخبار کوئی موجود نہیں تھا۔ کامریڈ نے صحیح طریق پر حقوق مسلمین کی ترجمانی کی اور اپنی قوم کے مفاد کا برابر خیال رکھا۔ جو شخص دنیا میں پیدا ہونے کے بعد اپنی زندگی کو اپنی قوم کے سدھار کے لئے وقف کر دیتا ہے وہ ضرور قابل تعریف ہوتا ہے۔ مولانا محمد علی نے کامریڈ کے ذریعے جو کچھ بھی کیا وہ محض اپنی قوم اور اپنے وطن ہند کے لئے کیا۔ آپ کے پہلو میں دل بے قرار برابر تڑپا کرتا تھا۔ اور آپ یہی چاہتے تھے کہ جس ملک میں آپ پیدا ہوئے ہیں اس کے ہر طرح سے امن وامان قائم رہے۔ اور اس کی بڑی بڑی قومیں ملکر اس قسم کا کام شروع کریں کہ جس کے ذریعہ زمانہ مستقبل قریب میں ملک کو فیض پہونچ سکے۔

عمالِ حکومت

شروع شروع میں جب کامریڈ شائع ہونے شروع ہوا تھا اس وقت اس کی پالیسی بالکل صاف اور واضح شاید نہیں ہوگی۔ اسی سبب سے عمال حکومت بھی اخبار کامریڈ کے خریدار اور اس کے گرویدہ تھے۔ بڑے شوق سے اس پرچہ کا خیر مقدم کرتے تھے۔ عوام میں تو اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ

کامریڈ تعلیم یافتہ ہندوستانی لوگوں کے ہر گھر میں موجود تھا جو زمانہ گزرتا گیا۔ مولانا محمد علی کے اس اخبار کامریڈ کا بھی رنگ بدلتا گیا۔ چونکہ آپ کا مقصد ملی استفادہ تھا اس لیے آپ برابر وطن کا خاطر بڑے بڑے مقالے لکھنے لگے اور مسلمانوں کے جو حقوق تھے وہ صاف صاف ظاہر کرتے رہے۔ عمال حکومت نے جب کامریڈ پالیسی کو تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے اس سے بے پرواہی برتنی شروع کر دی۔ لیکن مولانا محمد علی مرحوم نے اس بات کا احساس بھی نہیں کیا۔

مسلم لیگ

رفتہ رفتہ اخبار کامریڈ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ آزادی کے میدان میں نکل آیا۔ اور ہندوستان کی آزادی کے متعلق اس میں بہت کچھ مضمون شائع ہونے لگے آزادی کی خاطر مولانا...... محمد علی مرحوم نے اپنے اس عزیز اخبار کامریڈ کے ذریعہ جس قدر بھی کوشش کی دوسرا کوئی بھی اخبار اتنی کوشش نہیں کرسکا۔ چنانچہ مسلم لیگ جو ۱۹۱۲ء میں قائم ہو چکی تھی وہ مولانا محمد علی مرحوم کی کوششوں کے ذریعے انڈین نیشنل کانگریس کی ہمعصر بن گئی اور وہ ہندوستان کی ایک بڑی سیاست جماعت سمجھی جانے لگی۔

مسلم لیگ کی خاطر مولانا محمد علی مرحوم نے اس قدر کوشش کی کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ وہی مسلم لیگ جس کے لئے آپ معاون اور مددگار ثابت ہوئے تھے آج بھی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت خیال کی جارہی ہے اور اس نے حال ہی میں اس قدر ترقی کرلی ہے

کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت یہی خیال کی جا رہی ہے۔ آجکل
مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں یہ خالص اسلامی سیاسی جماعت قائم
ہو رہی ہے مسلم لیگ کے متعلق ہم نے علیحدہ ایک کامل کتاب لکھ کر شائع کی ہے
جو تاریخ مسلم لیگ کے نام سے دستیاب ہو سکتی ہے اور مسلم لیگ کے قائد
اعظم کے حالات زندگی کتاب مشاہیر ہند میں مل سکتے ہیں۔

مولانا محمد علی کی کوششوں کے ذریعے مسلم لیگ برابر پھلتی اور پھولتی
رہی۔ مسلمان شوق و ذوق کے ساتھ اپنی اس سیاسی جماعت میں حصہ
لینے لگے۔ یہ تمام کچھ مولانا محمد علی کی کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ لیگ کو
انڈین نیشنل کانگریس کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دیا اور عوام نے اس بات
کو تسلیم کر لیا کہ مسلم لیگ انڈین نیشنل کانگریس کے ہم پلہ جماعت ہے۔
ورنہ اس سے قبل یہ جماعت مسلمانوں کی ایک بالکل معمولی سی جماعت خیال
کی جاتی تھی۔ آہ افسوس آج مسلم لیگ اپنے شباب کی منزلیں طے کر رہی ہے
لیکن مولانا محمد علی مرحوم اس جگہ موجود نہیں کاش اگر وہ زندہ ہوتے
تو نہ معلوم ان کو دیکھ کر کہ ان کا یہ لگایا ہوا پودہ بار آور ہو رہا ہے کس
قدر خوشی اور مسرت ہوتی۔ تاہم ان کی روح مسلم لیگ کے شاندار کارنامے
دیکھ کر ضرور خوش ہوتی ہوگی۔ آج بھی مولانا مرحوم کی دعا مسلم لیگ کے
ساتھ ہے

علیگڈھ یونیورسٹی کی شان میں چار چاند

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی
کا سنگ بنیاد سر سید رح

نے رکھا تھا۔ گو اس زمانے میں سرسید کی بہت زیادہ مخالفت کی گئی لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری اور جس کام میں ہاتھ ڈالدیا تھا اسکو برابر سرگرمی سے انجام دیتے رہے۔

عام مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ بھی جامعہ ازہر یا دوسری بڑی اسلامی درسگاہ کی پوزیشن حاصل کرے۔ مولانا محمد علی مرحوم سے قبل سرسید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند جسٹس محمود خان نے کوشش کی اور اس یونیورسٹی کو ایک اعلیٰ صورت تبدیل کرنا چاہا۔ لیکن اس میں ان کو پوری کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ مسلمان ضرور یہ چاہتے تھے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کو دوسرے شان میں دیکھیں۔ آہ کون جانتا تھا کہ اس کی کامیابی کا سہرہ بھی مولانا محمد علی مرحوم کے سر باندھا جائے گا۔ جنھوں نے ایک زمانے میں خود بھی اس جگہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔

کامیاب کوشش

مولانا محمد علی نے جب عام مسلمانوں کا اس طرف رجحان پایا تب آپ نے بھی غور کیا اور غور کرنے کے بعد اس کمی کو لازمی طور پر محسوس کیا۔ چنانچہ آپ نے نہایت ہی عرقریزی کے ساتھ اس کام کو جاری کیا اور برابر کوشش کرتے رہے۔

ہز ہائینس سر آغاخان کی سرپرستی میں مولانا محمد علی مرحوم نے اس کام کو شروع کیا۔ اس میں آپ کے دوسرے رفیقوں نے بھی حصہ لیا

اور اس نیک کام میں انھوں نے بھی ہاتھ بٹایا۔ مولانا مرحوم نے انجام کار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ویسا ہی بنادیا جیسا دیکھنے کے وہ خواہش مند تھے۔ آپ کے اس کارنامے نے لوگوں کا دھیان ان کی طرف متوجہ کر دیا عوام میں مولانا محمد علی کو غیر معمولی شہرت ہو گئی۔ اور آپ کی یہ شہرت و عزت غیر فانی ہے جو کسی وقت بھی فنا نہیں ہو سکتی۔ آج بھی مسلمانوں میں مولانا محمد علی مرحوم کا نام بڑی عزت اور ادب کے ساتھ لیا جاتا ہے جب تک دنیا قائم ہے یا مسلم یونیورسٹی کا وجود موجود ہے اس وقت تک آپ کی یاد اہل ہند کے دلوں میں سے دور نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کوئی شخص آپ کو فراموش کر سکتا ہے۔

اردو اخبار مولانا محمد علی نے جو کامریڈ نکالا تھا اس کے ذریعے آپ کا تجربہ بہت بڑھ گیا تھا اور معلومات امید سے زیادہ وسیع ہو گئی تھیں۔ اس وقت کا آپ کا ہر مضمون آنکھوں سے لگا لینے کے قابل تھا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ کامریڈ کو مولانا محمد علی نے انگریزی زبان میں نکالا تھا۔ وہ لوگ جو انگریزی سے ناواقف تھے جو اس زبان کو نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ سمجھ سکتے تھے وہ مولانا محمد علی کے بیش بہا مضامین سے لطف اندوز ہونے سے بالکل ہی محروم تھے۔ اس وقت لوگ اس قدر انگریزی سے واقف بھی نہ تھا۔ آجکل تو بیشمار ہندوستانی انگریزی پڑھے لکھے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک اردو اخبار نکالنے کا بھی فیصلہ کر لیا۔ انھوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ ہندوستان

میں مسلمانوں کے لئے ایک ٹھوس اور جامع اردو اخبار ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ آپ کے دل میں ارادہ اردو اخبار نکالنے کا شوق اس قدر جلد ترقی کر گیا کہ آپ نے بہت جلد فیصلہ کرنے کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔

اخبار ہمدرد

چنانچہ آپ نے اردو زبان میں اخبار ہمدرد نکالا جس کا پہلا پرچہ شائع ہوتے ہی بے شمار خریدار پیدا ہوئے۔ جس طرح کامریڈ نے امید سے قبل ترقی کی تھی۔ ہمدرد نے اس سے بھی جلدی ترقی کر لی اور اس اخبار کی اشاعت اس قدر بڑھ گئی کہ اردو کا دوسرا اخبار اس کے مقابلے میں اتنی ہر دلعزیزی نہ رکھتے تھے۔ وہ قریب اس سے محروم ہی تھے۔ خریداروں کی مانگ برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ مولانا محمد علی مرحوم کے اردو اخبار ہمدرد نے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ چونکہ وہ صحیح طریق پر مسلمانان ہند کی ترجمانی کر رہا تھا اس لیئے عوام بہت جلد اخبار ہمدرد کے گرویدہ ہو گئے جس کے سبب کوئی ہم عصر اردو اخبار غالباً اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔

ہمدرد کی بندش

افسوس جس قدر سرعت کے ساتھ اخبار ہمدرد نے ترقی کی تھی اتنے زیادہ عرصے وہ چل نہ سکا اگر ہمدرد زیادہ عرصے تک نکلتا رہتا تو اس کے ذریعے مولانا محمد علی مرحوم مسلمانان ہند کو اپنے پیغام۔ اپنے خیالات پہونچاتے

رہے لیکن حکومت نے اس کو بند کر دیا۔
اخبار ہمدرد بند ہو جانے پر بھی مولانا محمد علی کا جوش و خروش سرد نہیں ہوا۔ اور نہ آپ نے ہمت ہاری بلکہ جس گرمی سے آپ اپنے وطن اور قوم کی خدمت کر رہے تھے اسی طرح آپ برابر قوم و وطن کی خوشی خوشی خدمت کرتے رہے۔

مسجد کانپور کا واقعہ

شہر کانپور میں ۱۹۱۳ء میں ایک سڑک کے کام کا سلسلہ جاری ہوا۔ مچھلی بازار کی ایک مسجد درمیان میں تھی۔ اس میں سے سڑک کے لئے کچھ حصہ لینے کی کوشش کی متولیان مسجد نے دور اندیشی سے کام نہ لیتے ہوئے ایسا کرنے کی اجازت دیدی۔ اکثر دیکھنے میں یہ ہی آیا ہے کہ اس قسم کے لوگ بہت سادگی پسند اور سیدھے سادے ہوتے ہیں وہ ضرورت کے وقت اپنے دماغ سے بہت کم کام لیتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے اجازت دے دی۔

خانۂ خدا کو صدمہ

چونکہ اجازت متولیان خانۂ خدا کی جانب سے مل گئی تھی۔ اس لئے پولیس کی تعیناتی میں مسجد کے احاطہ کا کچھ حصہ گرا دیا تھا۔ تاکہ سڑک کے کام میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو سکے

مسلمان اور مسجد

آج سے ہی نہیں بلکہ ساڑھے تیرہ سو برس سے مسلمانوں نے آج تک برابر اپنی اور دیانت مذہب دوستی کو برقرار رکھا۔ مسلمان اپنے مذہب۔ مسجد۔ کتاب الٰہی اور انبیا کرام کا

جس قدر تکریم کرتے ہیں۔ اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔
دنیا جانتی ہے کہ مسلمان مذہب اور اس کی متعلقہ چیزوں کے نام پر
اپنی جان مال تن من سب کچھ نثار کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور وہ
کبھی بھی یہ نہیں چاہتے کہ ان کی مذہبی چیزوں میں کسی قسم کا انقلاب پیدا ہو
چنانچہ اسی روایت کے مطابق اس واقعہ نے مسلمانوں کے قلوب زخمی
کر دیئے ان کو ازحد ملال اور غصہ آیا۔ وہ اس جانگداز واقعہ سے تڑپ
اٹھے تلملا اٹھے۔ صرف کانپور ہی کے مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ ہندوستان
بھر کے مسلمانوں نے اپنی آواز کو بلند کیا اور حکام کے سامنے شدید
احتجاج بلند کیا۔ وہ اس چیز کو کسی وقت بھی اور کسی صورت میں بھی برداشت
کرنے کے لیئے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ مسلمانان ہند کی جانب سے اس
مرتبہ زبردست پروٹسٹ لیا گیا تمام اسلامی اخبار یک زباں ہو کر چلا اٹھے
اور اس چیز کو شریعت اسلامیہ کے خلاف قرار دیدیا۔

ہندو اخباروں کی رائے

اس پاک اور مقدس کام میں صرف اسلامی
اخباروں نے ہی حصہ نہیں لیا بلکہ ہندو
بھائیوں کے اخباروں نے بھی نہایت ہی فراخ دلی کے ساتھ اس واقعہ
پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اسکو بالکل خلاف قرار دیا۔ تمام ہندوستان میں
ایک قیامت صغریٰ برپا ہو گئی۔

جلسے اور مظاہرے

محض اخباروں ہی کے ذریعے پروٹسٹ
نہیں کیا گیا بلکہ جگہ جگہ اس کے خلاف جلسے

اور مظاہرے ہونے لگے۔ مسلمانوں نے ان جلسوں میں کثرت سے حصہ لیا اور اپنے اس مقدس احتجاج کو پوری طرح سے کامیاب بنانے کے لیئے غیر معمولی کوششوں اور سرگرمیوں سے کام لیا۔

مولانا محمد علی کا جوش جہاد

اسوقت جبکہ یہ واقعہ کانپور میں رونما ہوا۔ مولانا محمد علی کا اردو اخبار ہمدرد بھی پابندی کے ساتھ برابر چھپ رہا تھا بند نہیں ہوا تھا اس واقعہ سے مولانا مرحوم کو بھی ازحد افسوس اور صدمہ ہوا آپ نے اس مقدس جہاد میں پوری سرگرمی سے حصہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں کامریڈ جیسا کثیر الاشاعت انگریزی اخبار اور دوسرا ہمدرد جیسا مقبول عام پرچہ تھا آپ نے ان دونوں اخباروں میں پوری آزادی کے ساتھ بہترین اور پرجوش مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔ ان دونوں مولانا محمد علی کے دونوں اخباروں کے کالم مسجد کانپور مچھلی بازار کے واقعات سے برابر بھرے ہوئے نظر آتے تھے۔

ایک طرف تو جلسے ہوتے رہے دوسری طرف مولانا محمد علی کی قلمی حشر نگاری نے ہندوستان میں ایک دوسرے قیامت برپا کر دی لیکن ایسی حالت میں بھی مولانا محمد علی نے یہ ہی کوشش کی اگر آپس میں یہ قضیہ طے ہو جائے تو اچھا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے تعلقات کو بھی خراب نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو امید تھی کہ بطریق احسن اس کا مرحلہ طے ہو جائے گا اور زیادہ کوشش کی ضرورت نہ پڑے گی۔ لیکن ایسا

نہیں ہوا بلکہ اسکی خاطر جو بھی کوشش کی گئی وہ بھی ناکام نظر آئی کئی مرتبہ اس کے خاطر اپیل بھی کی گئی لیکن اس کا انجام کچھ بھی نہیں نکلا۔

مولانا محمد علی نے جب یہ دیکھا کہ اس قسم کی تمام کوششیں بیکار ہو چکی ہیں تب انھوں نے انگلستان بھیجنے کے لئے ایک وفد تیار کیا۔ اس کام میں سید وزیر حسن نے بھی مولانا محمد علی مرحوم کا کافی ہاتھ بٹایا۔ اور بہت کوشش کی ۔

انگلستان کی کوششوں کا نتیجہ

مولانا محمد علی وفد لے کر انگلستان پہونچ گئے آپ کو اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ اور یقین تھا لیکن افسوس برطانوی پبلک ہندوستانی معاملات سے زیادہ دلچسپی نہ رکھتی تھی۔ چنانچہ یہ دیکھ کر مولانا محمد علی کو از حد افسوس ہوا۔ اس جگہ ان دونوں نے پہونچکر بہت جلسے کئے اور سیاسی جماعتوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں کو ہندوستانی معاملات سے چونکہ کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لیئے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

غلط فہمی و تنازعہ

صرف اسوقت یہی نہیں ہوا بلکہ مسٹر امیر علی صاحب اور ان کے نوجوان ساتھیوں کے درمیان ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ جو تنازعہ کی صورت اختیار کرنے لگی۔ چنانچہ اس طرح مولانا محمد علی اور ان کے ساتھیوں کے سامنے یہ ادھر بھی ایک پریشان کن چیز ثابت ہونے لگی۔

اس قسم کے حالات کی بنا پر اگر کوئی اور شخص ہوتا تو وہ ضرور ہمت ہار جاتا اور تھک کر بیٹھ جاتا لیکن مولانا نے اپنے استقلال اور مضبوطی کو آخر دم تک قائم رکھا۔ آپ جس کام کی خاطر ہندوستان سے وفد لیکر گئے تھے اس کے لئے برابر کوشش کرتے رہے اور کامیابی کا راستہ خدا کی ذات اقدس پر بھروسہ کر کے برابر تلاش کرتے رہے۔ اگرچہ اوقت ناکامیوں کی تاریکیاں محیط ہو رہی تھیں۔ شعاع امید کی کوئی جھلک نظر نہ پڑتی تھی لیکن آپ برابر سرگرمی سے اپنے کام میں لگے رہے۔ کسی نے بالکل ٹھیک کہا ہے ع

ہمت کرے انسان تو کیا نہیں ہوتا

خدا ضرور اس شخص کی مدد کرتا ہے جو خود کوشش کرتے ہوئے کبھی نہیں تھکتا۔ خداوند تعالیٰ ضرور اس کا دامن گلہائے مراد سے بھر دیتا ہے جو شخص اپنے پیدا کرنے والے کی قدرت سے ناامید نہیں ہوتا۔ ہر اچھی کوشش کا نتیجہ اچھا ہی ملتا ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے ؎

کل جگ نہیں کر جگ ہے یہ کچھ جنس یاں کی ساتھ لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

اتفاقاً۔ اسوقت جبکہ مولانا محمد علی خدا کی ذات اقدس پر بھروسہ کئے ہوئے کوشش کر رہے تھے امید کی شعاع کی جھلک نظر آئی اور اسکی روشنی نے آپ کو محظوظ کیا۔

آپ نے سر جیمس لاٹوش لفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ اور وائسرائے ہند کی
کونسل کے ایک رکن تک پہونچنے کی رسائی حاصل کرلی۔ اب کیا تھا ع
"بزم تک سے چل ہے مجھے آہ گنہگار تقدیر"

لارڈ ہارڈنگ صاحب کو ہدایت

آپ کی کوششوں اور مسلمانوں کی نمایندگیوں سے یہ فائدہ
پہنچا کہ ہوم گورنمنٹ کی جانب سے لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند صاحب
بہادر کو ہدایت ہوئی کہ وہ مسجد کانپور کے معاملے پر غور کریں اور مدبرانہ طریق
پر اس کا تصفیہ کر لیا۔

کوششوں کا انجام

ہوم گورنمنٹ کے ارشاد کے مطابق لارڈ
ہارڈنگ صاحب بہادر نے اس معاملے
میں نہایت ہی عقلمندی اور دوراندیشی سے کام لیا۔ انھوں نے خود
مسجد کانپور کا معائنہ کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ مسجد کانپور کے
ایجی ٹیشن میں گرفتار ہو گئے تھے ان کو رہا کر دیا۔ صرف یہی نہیں
بلکہ مسلمانان ہند کی خواہشات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عقدۂ لاینحل
کو نہایت ہی رحم و عدل سے کام لے کر بڑی آسانی کے ساتھ حل
کر دیا۔ جس کے ذریعے مسلمانوں کی نہ صرف بے چینی دور ہو گئی بلکہ تمام
ہندوستانی مسلمان وائسرائے صاحب بہادر کو نہایت ہی عزت
اور قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ تمام اسلامی طبقے میں مسرت
اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ اس عظیم الشان کارنامے نے

مولانا محمد علی کو اور بھی زمین سے اٹھا کر بہت اونچے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر مولانا محمد علی اس کام کو قومی کام خیال کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تو خدا معلوم کتنے عرصے تک مسجد کانپور کا قضیہ طے نہ ہوتا اور نہ معلوم کتنے عرصے تک ہندوستان کے اسلامی باشندوں میں رنج و ملال کے آثار باقی رہتے۔ لیکن مولانا محمد علی اپنی معقل مندی اور دوراندیشی کے سبب تمام و کمال کام درست کر دیا۔

بلقان کیلئے میڈیکل مشن

اگر ہم ترکی کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو بالکل صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ آج تک ترکوں نے جس قدر لڑائیاں لڑیں اتنی کوئی دوسری قوم نہیں لڑ سکی۔ اول تو ترکی کا محل وقوع اس قسم کا ہے کہ آئے دن دشمنوں ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ان کو وقتاً فوقتاً برابر ہتھیار سنبھالنے پڑتے ہیں۔ ترک ایک بہادر اور غیور قوم ہے وہ جب بھی اپنی عزت آزادی اور وطن کو خطرے میں دیکھتے ہیں تو وہ شمشیر بکف ہو کر میدان کارزار میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں ملتان مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور سخت پریشانیوں سے ان کو دو چار ہونا پڑا۔ ان کے دشمنوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا تھا ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں، ترک زخمی نظر آ رہے تھے ہندوستان میں جب ترکوں کی اس تباہی کی خبر پہونچی تو ہندی مسلموں کے قلوب زخمی ہو گئے۔ وہ بیتاب ہو گئے ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی خیال کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے درد اور دکھ میں

شریک ہونے کا اپنا فرض خیال کرتا ہے کہ ایسی حالت میں مسلمان کس طرح گوارا کر سکتے ہیں کہ وہ خاموشی کے ساتھ اپنے ترکی بھائیوں کو بے علاج مرتے ہوئے دیکھتے۔ چنانچہ سب سے پہلے مولانا محمد علی کی ترکوں کی ہمدردی کا احساس ہوا۔ آپ نے ایک آواز بلند کی ہندوستان کے اسلامی طبقے میں آپ کی صدائے درد کا نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ مولانا محمد علی نے بتایا کہ ایسے وقت میں جبکہ بہادر غیور اور مسلمان ترکوں کو ہر طرف سے مصیبت اور موت نے گھیر لیا ہے ہم کو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت میں ان کی مدد کرنی چاہیئے اور ایسی پریشانی کی حالت میں ان کے دکھ اور درد میں شریک ہونا چاہیئے۔ ان کو ایسی حالت میں ہرگز بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ ڈاکٹر انصاری کی مدد سے آل انڈیا میڈیکل مشن تیار کیا گیا اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد اخبار الہلال نکال رہے تھے آپ نے بلقان جانے والے میڈیکل مشن کو اپنی جانب سے مبارکباد دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اے بلقان جانے والے غیور اور ہمدرد مسلمانوں جب تم وہاں پہونچنا تب نہایت ہی احتیاط اور نرمی سے زخمی ترکوں کے زخم دھونا دیکھنا وہ دکھنے نہ پائیں۔ کیونکہ وہ زخم ترکوں کے نہیں بلکہ قوم اسلام کے زخم ہیں۔ اسلام کے زخموں کی مرہم پٹی کی ضرورت ہے ان کے زخموں کو اپنا زخم خیال کرنا اور نہایت ہی احتیاط کے ساتھ ان پر پٹیاں چڑھانا۔ آل انڈیا میڈیکل مشن ہندوستان سے بلقان جانے کے لیئے

تیار ہوگیا۔ اس کام میں سب سے پہلے آواز مولانا محمد علی مرحوم کی بلند ہوئی اس میں شک نہیں کہ مختار احمد ڈاکٹر انصاری کے سبب اس میڈیکل مشن کو بے حد تقویت پہونچی ـــــ چنانچہ ہم کو اس معاملے میں بھی مولانا محمد علی مرحوم کو ہرگز ہرگز فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

ترک اور مولانا محمد علی

خدا کی ہی طرف سے مولانا محمد علی کے دل میں ترکوں کی محبت پیدا ہو گئی تھی آپ ٹرکی اور وہاں کے رہنے والوں سے بیحد مانوس تھے اور ٹرکی کو اسلام کی سب سے بڑی حکومت خیال کرتے تھے اس میں شک نہیں کہ ان دنوں ترکوں کی سلطنت تمام اسلامی سلطنتوں سے بڑی اور عظیم الشان ہے۔ ان بہادروں کے سرفروش کارناموں نے اس چودھویں صدی میں بھی مجاہدین قرون اولی کی شان کو دو بالا تا چیزنگ کر دکھایا۔ آج بھی ٹرکی ایک بڑی سلطنت میں شمار ہوتی ہے اس مرتبہ ترکوں کا نیا قائد اعظم عصمت انونو ہے۔ انھوں نے اتحادیوں کے ساتھ عہدنامہ کرلیا ہے۔ جرمن کے خلاف اس مرتبہ کی لڑائی میں ترک فرانس اور برطانیہ کا ساتھ دیں گے۔ ہم ان کی اس عقلمندی اور دوراندیشی پر خوش ہو کر ان کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انھوں نے اس مرتبہ صحیح طریق پر دو بڑی سلطنتوں کو اپنا دوست بنا کر نہ صرف عقلمندی کا ثبوت دیا بلکہ خود کو لالچی حریص حکومتوں کے پنجے سے چھڑا لیا لیکن اسوقت جبکہ جنگ بلقان ختم ہوتی تھی۔ جرمن کے سبب تمام دنیا میں

شریک ہونے کا اپنا فرض خیال کرتا ہے کہ ایسی حالت میں مسلمان کس طرح گوارا کر سکتے ہیں کہ وہ خاموشی کے ساتھ اپنے ترکی بھائیوں کو بے علاج مرتے ہوئے دیکھتے۔ چنانچہ سب سے پہلے مولانا محمد علی کی ترکوں کی ہمدردی کا احساس ہوا۔ آپ نے ایک آواز بلند کی ہندوستان کے اسلامی حلقے میں آپ کی صدائے درد کا نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ مولانا محمد علی نے بتایا کہ ایسے وقت میں جبکہ بہادر غیور اور مسلمان ترکوں کو ہر طرف سے مصیبت اور موت نے گھیر لیا ہے ہم کو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت میں ان کی مدد کرنی چاہیئے اور ایسی پریشانی کی حالت میں ان کے دکھ اور درد میں شریک ہونا چاہیئے۔ ان کو ایسی حالت میں ہرگز بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ ڈاکٹر انصاری کی مدد سے آل انڈیا میڈیکل مشن تیار کیا گیا اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد اخبار الہلال نکال رہے تھے آپ نے بلقان جانے والے میڈیکل مشن کو اپنی جانب سے مبارکباد دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اے بلقان جانے والے غیور اور بہادر مسلمانوں جب تک وہاں پہونچنا تب نہایت ہی احتیاط اور نرمی سے زخمی ترکوں کے زخم دھونا دیکھنا وہ دکھنے نہ پائیں۔ کیونکہ وہ زخم ترکوں کے نہیں بلکہ قوم اسلام کے زخم ہیں۔ اسلام کے زخموں کی مرہم پٹی کی ضرورت ہے ان کے زخموں کو اپنا زخم خیال کرنا اور نہایت ہی احتیاط کے ساتھ ان پر پٹیاں چڑھانا تمام آل انڈیا میڈیکل مشن ہندوستان سے بلقان جانے کے لیئے

تیار ہوگیا۔ اس کام میں سب سے پہلے آواز مولانا محمد علی مرحوم کی بلند ہوئی
اس میں شک نہیں کہ مختار احمد ڈاکٹر انصاری کے سبب اس میڈیکل
مشن کو بے حد تقویت پہنچی ـــــ۔ چنانچہ ہم کو اس معاملے میں بھی
مولانا محمد علی مرحوم کو ہرگز ہرگز فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

ترک اور مولانا محمد علی

خدا کی ہی طرف سے مولانا محمد علی کے دل میں ترکوں کی محبت پیدا ہوگئی
تھی آپ ٹرکی اور وہاں کے رہنے والوں سے بیحد مانوس تھے اور
ٹرکی کو اسلام کی سب سے بڑی حکومت خیال کرتے تھے اس میں
شک نہیں کہ ان دنوں ترکوں کی سلطنت تمام اسلامی سلطنتوں سے
بڑی اور عظیم الشان ہے۔ ان بہادروں کے سرفروش کارناموں نے
اس چودھویں صدی میں بھی مجاہدین قرون اولی کی شان کو دوبالا
تاچیزگ کر دکھایا۔ آج بھی ٹرکی ایک بڑی سلطنت میں شمار ہوتا ہے
اس مرتبہ ترکوں کا نیا قائد اعظم عصمت انونو ہے۔ انھوں نے اتحادیوں
کے ساتھ عہدنامہ کرلیا ہے۔ جرمن کے خلاف اس مرتبہ کی لڑائی میں
ترک فرانس اور برطانیہ کا ساتھ دیں گے۔ ہم ان کی اس عقل مندی اور
دوراندیشی پر خوش ہوکر ان کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انھوں نے اس
مرتبہ صحیح طریق پر دو بڑی سلطنتوں کو اپنا دوست بنا کر نہ صرف عقل مندی
کا ثبوت دیا بلکہ خود کو لالچی حریص حکومتوں کے پنجے سے چھڑالیا لیکن
اسوقت جبکہ جنگ بلقان ختم ہوتی تھی۔ جرمن کے سبب تمام دنیا میں

جنگ عظیم کے شعلے بھڑک اٹھے اس وقت ترکوں نے اتحادیوں کے خلاف
جرمنی کا ساتھ دیا،
چنانچہ ترکی کے خلاف اخباروں میں مضامین شائع ہونے لگے اس
کو دبانے اور محو کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مولانا
محمد علی کو ترکی اور اہل ترکی سے دلی لگاؤ اور حقیقی رغبت تھی کہ آپ کیونکر
ان کے خلاف کوئی خبر سن سکتے تھے آپ کس طرح اس بات کو برداشت
کر سکتے تھے چنانچہ جب آپ سے نہ رہا گیا تب آپ نے ۴۰ گھنٹے
کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ٹھوس مضمون ترکوں کی موافقت میں
لکھا اور ان اخباروں کی بابت لکھا جو ترکوں کے خلاف لکھ رہے تھے۔
آپ نے اپنے اس مضمون پر زور قلم ختم کر دیا۔ ہر شخص اندازہ لگا سکتا
ہے کہ جس مضمون پر مولانا محمد علی نے ۴۰ گھنٹے صرف کر دیئے ہوں گے
وہ اپنی نوعیت کا کس قسم کا مضمون ہوگا۔ وہ کتنا قیمتی اور ٹھوس مضمون
ہوگا۔ آپ کے اس مضمون میں سطر سطر سے ترک دوستی اور ان کی
ہمدردی و رفاقت ٹپکتی تھی۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ مولانا
محمد علی بے لاگ تبصرہ کرتے تھے اور جب کچھ لکھنے پر آتے تھے تو لکھ ہی
جاتے تھے۔

۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء کا کامریڈ

مولانا محمد علی مرحوم کا وہ مضمون جو ۴۰ گھنٹے کی محنت اور جانفشانی
کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ ۱۷ دسمبر کو انگریزی زبان میں اخبار کامریڈ میں

شائع ہوا۔ اس مضمون کے سبب ۱۹ اردسمبر ۱۹۱۴ء کا کامریڈ اپنی طرز کا ایک لاثانی پرچہ بن گیا۔ آج اس کی کاپی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ آپ کا مضمون تہلکہ انگیز اور دل ہلا دینے والا تھا اس سے قبل مولانا محمد علی مرحوم نے اس قسم کا مضمون نہیں لکھا تھا۔

عتاب حکومت

مولانا محمد علی کا مضمون شائع ہوتے ہی اسکو موجودہ حالت کے لئے اچھا نہ خیال کیا گیا اور یہ بھی سمجھا گیا کہ مولانا محمد علی حکومت کے دشمنوں کی مدد کر رہے ہیں ان کو تقویت پہونچا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں جبکہ موت و زندگی کی جنگ لڑی جا رہی تھی کس طرح اس قسم کے مضمون کو اچھا خیال کیا جاتا۔ چنانچہ حکومت ہند نے اخبار اور کامریڈ اور ہمدرد کی جو ضمانت جمع تھی اسکی ضبطی کے احکام صادر فرما دیئے صرف یہ ہی نہیں بلکہ مولانا محمد علی کے ان کے بھائی شوکت علی پر ایک طویل مدت کے لئے زوال آگیا۔ اس زمانے میں مولانا مرحوم کو بڑی زبردست پریشانیوں سے مقابلہ کرنا پڑا آپ کا کرودم جاتا رہا۔ کسی قسم کی خوشی کو خود میں نہ پایا۔ حکومت نے چونکہ یہ خیال کر لیا تھا کہ مولانا محمد علی کی جانب سے اس کے دشمنوں کی کمر ٹھونکی جاتی ہے اس لئے ان کو مشکوک خیال کیا۔

علی برادران کی نظر بندی

حکومت ہند کی جانب سے نظر بندی کا حکم ہو گیا چنانچہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی مئی ۱۹۱۵ء کو نظر بند کر لئے گئے۔ آپ کی آزادی کو

ختم کر دیا گیا۔ مولانا محمد علی مرحوم نے اپنی اس نظر بندی اور ہجوم کے
متعلق ایک نظم لکھی تھی جس میں آپ نے اسکو ایک ازلی اور ابدی چیز
ظاہر کیا تھا۔

وہ لوگ جن کو مولانا محمد علی سے ہمدردی رفاقت لگاؤ۔ دلچسپی
اور عقیدت تھی ان کو آپ کی نظر بندی پر دراصل افسوس اور غم
پیدا ہوگا۔ بہت سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے نکل گئے
ہوں گے۔

وہ چہچہانے والی بلبل۔ وہ نوائے جوش سنانے والی طوطی۔ وہ
شور مچانے والا پپیہا جو اپنی ہر آواز سے لوگوں کو گرویدہ بنا لیتا تھا
کچھ عرصہ کے لئے اس کی آواز فضا سے فنا ہو گئی۔ کچھ دنوں کے لئے
لوگوں نے نہ اس کی آواز کو سنا اور نہ وہ کچھ پڑھ سکے۔ نظر بندی
کے زمانے میں بھی آپ نے قوم اور اسلامی دوستی کی روایت کو
زندہ رکھا۔ آپ نے اپنی نظر بندی کی پرواہ نہیں کی۔ آپ جانتے تھے
کہ جو کچھ انھوں نے قصور کیا تھا وہ ان کے دل و دماغ کا تصور تھا
ترکوں اور مسلمانوں کی محبت اور ان کی ہمدردی نے مولانا محمد علی
کو دیوانہ سا بنا دیا تھا۔ آپ لاکھوں مسلمانوں میں ایک ایسے سچے
مسلمان تھے جو اپنی قوم اور اپنے مذہبی بھائیوں کی خاطر کسی قسم کی
قربانی کرنے سے گریز کرنے والے نہیں تھے۔

نظر بندی کے سبب مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ علی برادران محض اپنی

قوم اور اسلام ہی کی خاطر نظر بند کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان کو علی برادران سے اور بھی عقیدت ہوگئی۔

نظر بندی کا زمانہ

اس وقت جب کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نظر بند کئے گئے تو سب سے پہلے ان کو دہلی سے قصبہ مہرولی میں نظر بند کیا گیا جو دہلی سے صرف گیارہ میل مغربی سمت میں واقع ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہاں سے چھندواڑہ میں منتقل کر دیا گیا۔

چھندواڑہ صوبہ متوسط میں واقع ہے۔ حکومت کا خیال تھا کہ علی برادران برطانوی حکومت کے خلاف تیز وتند اور چرترش پروپگنڈا کر رہے ہیں۔ اس سے ہندوستانی مسلمانوں پر کافی سے زیادہ اثر پڑ رہا ہے۔ چنانچہ حکومت نے اس چیز کو ڈیفنس آف انڈیا کے خلاف سمجھتے ہوئے ان دونوں بھائیوں کو گرفتار کر لیا۔

گرفتاری کا زمانہ اور مبارک کام

عہد نظر بندی میں مولانا محمد علی نے ایک بہت بڑا کام کیا جس کے ذریعے دنیا اسلام کی بھی کافی خدمت ہوگئی۔ آپ نے نظر بندی کے عہد میں قرآن کریم کا کچھ حصہ حفظ یاد کر لیا اور اسی زمانے میں دنیائے عالم کی تواریخ کا بغور مطالعہ فرمایا۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ کتاب الٰہی کی تفسیر کے لئے آپ نے نظر بندی کے زمانہ میں بہت زیادہ مواد جمع کر لیا۔

قید میں مولانا محمد علی کا دل و دماغ اور آنکھیں نور اسلام سے اور بھی زیادہ روشن ہو گئیں۔ آپ نے اپنی اس کوشش کو مبارک کوشش اور اس کام کو اپنے لئے ایک نہایت ہی مبارک کام خیال کیا۔ ایام نظر بندی میں نہ صرف مولانا محمد علی پر مذہبی رنگ چڑھا بلکہ مولانا شوکت علی بھی اسی رنگ میں رنگ گئے۔

مولانا محمد علی اس زمانے میں کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے جو زیادہ تر چھپتے تھے۔ اس زمانے میں آپ نے اپنے کلام میں جو کچھ بھی فرمایا ان سے درد۔ رنج والم اور حزن و یاس ٹپکتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس وقت اسکی زبان سے درد بھری آواز بلند ہوتی ہے۔ وہ آہ اور واہ کے ماسوا کیا کہہ سکتا ہے۔ چنانچہ فطرت انسانی کے مطابق اس زمانے کے اشعار بھی جو مولانا مرحوم نے عہد نظر بندی میں کہے سب کے سب دل میں اتر جانے والے نشتر قلوب کو برما دینے والے تیر ثابت ہو سکتے تھے۔

اخبار ہمدرد مولانا محمد علی کا اسٹاف نہایت ہی قابل تھا آپ کو اپنے اسٹاف کی قابلیت کا احساس تھا۔ آپ ان لوگوں کے معترف تھے۔ آپ کو خیال تھا کہ آپ کی گرفتاری کے بعد اسٹاف اخبار برابر چلاتا رہے گا اور اس کی اشاعت میں فرق نہ آنے دے گا مولانا محمد علی اپنے اخبار کو بند کرنا نہ چاہتے تھے کیونکہ ایک یہ ہی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ آپ کی گرفتاری کے بعد آپ کے اخبار پر سنسر

مقرر کر دیا اور کہہ دیا کہ سنسر کی منظوری کے بغیر کسی قسم کی خبر شائع نہ کی جائے

ہمدرد کیوں بند کیا گیا

سنسر مقرر ہو جانے کے سبب مولانا محمد علی کے اسٹاف نے ہمدرد کو جاری رکھنا مناسب نہ خیال کیا۔ کیونکہ یہ چیز ان کے خیالات کے موافق شاید نہ تھی انھوں نے خوب اچھی طرح غور کرنے کے بعد اخبار ہمدرد کی اشاعت کو بند کر دیا

اخبار بند ہو جانے کے سبب مولانا محمد علی کو اس کے ذریعے جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اس میں فرق آ گیا۔ ان کی آمدنی کا صرف ایک یہی واحد ذریعہ تھا جو رک گیا۔ اخبار بند ہو جانے کے سبب مولانا محمد علی کی ترقی بھی رک گئی کیونکہ اخبار کی ترقی کے ساتھ ان کی بھی ترقی تھی۔ اس کا مولانا محمد علی پر از حد اثر ہوا۔

مسلمانان ہند کی عقیدتمندی

چونکہ مولانا محمد علی کی قابلیت اور مسلم دوستی کو ہر کس و ناکس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا ان کی خدمات سے عوام بیحد خوش تھے اور مولانا محمد علی سے بیحد رغبت رکھتے تھے۔ وہ ان کو اپنا رفیق اور محسن اعظم خیال کرتے تھے۔ جونہی مولانا محمد علی کی نظر بندی کی خبر ہندوستان میں پھیلی مسلمانوں میں غم و ملال کی لہر دوڑ گئی۔ ان کو اپنے اس محسن اعظم کی گرفتاری کا بے حد صدمہ ہوا ——— اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ دنیا میں بہت کم ایسے انسان ہونگے جو اپنے محسن کو مصیبت میں دیکھ کر افسوس نہ کریں۔ انھوں نے آپ کی رہائی کی خاطر بے حد کوششیں کیں اور یہی چاہا

کہ کسی طرح مولانا محمد علی پر سے یہ قید ہٹائی جائے چونکہ جنگ کے شعلے
برابر بھڑک رہے تھے۔ اس لئے حکومت ہند ڈیفنس آف انڈیا کی خاطر
اسوقت نہایت ہی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لے رہی تھی۔ لیکن
تھوڑے ہی عرصے کے بعد مولانا محمد علی اور شوکت علی کی آزادی کے مسئلے
کو زور شور کے ساتھ اٹھایا گیا۔ جس کے ذریعے لوگوں کو یقین ہونے لگا کہ
عنقریب ہی مولانا محمد علی کی آزادی کی خبر ان کے کانوں میں ایک نغمۂ روح
بن کر پہنچے گی اور وہ بہت جلد اپنے محسن کی زیارت سے مستفید ہو سکیں گے
لیکن قسمت اور تقدیر بھی کچھ پیش نہیں چلنے دیتی۔

عہد و پیمان کا مسودہ

۵ ستمبر کو مسٹر عبدالمجید ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس شملے کے ایک قاصد کی حیثیت سے چھندواڑہ
پہونچے اور علی برادران سے ملے۔ انھوں نے ان کے سامنے ایک عہد نامہ
رکھا جسپر سر چارلس کلیولینڈ کے دستخط تھے۔ کہا گیا کہ حکومت کی جانب سے
عہد و پیمان کا جو مسودہ روانہ کیا گیا ہے امید ہے کہ آپ اس پیش کش کو
منظور فرمائیں گے۔ عہد و پیمان کا مسودہ حسب ذیل ہے:-

"میں تا اختتام جنگ ہر ایسی تحریر کے لکھنے ہر ایسی تقریر کے
کرنے اور ہر ایسی کارروائی کے اقدام کرنے سے محترز رہوں گا
جس کا مقصد یہ ہو یا معقولیت کے ساتھ اس سے یہ نتیجہ
منسوب کیا جا سکے کہ اس سے ملک معظم کے دشمنوں کی اعانت یا
ہمت افزائی ہوتی ہے۔ اسی طرح مندرجہ بالا اعمال کی تمام

انواع بیان کردہ کے ذریعے ظہور میں آنے والے ہیں ہر ایسے کاروبار سے کنارہ کش رہنے کا اقرار کرتا ہوں جس کی غرض یا کم از کم جس کی امکانی صلاحیت ہی یہ ہو کہ وہ اتحادیا یا شہنشاہ اعظم کے دیگر حلیفوں اور دوست داروں کی ذات پر ایک حملہ بن جائیں۔ میرا مزید اقرار یہ ہے کہ میں اس قسم کے پرشور و شر اور غیر آئینی ایجی ٹیشن سے بھی مجتنب رہوں گا جو امن عامہ کے مجروح کرنے کا موجب ہو۔

مولانا محمد علی کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم ہمیشہ سے خدا ترس مسلمان رہے ہیں۔ جو سب سے بالا اور مقدم اس بات کو رکھتے ہیں (اور اس التزام کو ہم خاص طور پر موکد قرار دیتے ہیں) کہ اوامر الٰہی جن کا مبلغ قرآن عظیم ہے اور نیز تمام اقوال و اعمال سنت نبوی ص کی متابعت کی جائے۔ اپنی اس روح ایمان کو ٹھیس لگائے بغیر ہم بلا استثنا ہمیشہ اپنے ملک کو وطن کے پابند قانون دوست رہے ہیں۔ ہر قسم کی منافی امن و آئین طریقہ عمل سے ہمارا دامن پاک رہا ہے ہم اپنی زندگی کی ان روایات میں اب بھی کسی تبدیلی کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ اور زمانہ جنگ ہو یا ایام امن ہماری اس اصولی شاہراہ میں کسی تصرف کا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ پس ان مذکورہ بالا شرائط کے ماتحت اگر آپ بھی ضرورت ہو تو ہم اس قسم کی طمانیت دہی میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے کہ ہم بدستور سابق و برعایت اپنے مذہبی جذبات و

اسلامی مقتضیات کے ایسی تمام تقریر و تحریر اور ایسے جملہ اعمال و مشاغل
سے پرہیز رکھیں گے جو حکومت یا اس کے خلاف جنگ پر ایک حملہ تصور
کئے جاسکیں یا ملک معظم کے دشمنوں کی امداد و ہمت افزائی کی صلاحیت کہیں
یا کسی نقض امن کا محرک بن سکیں۔ لیکن اس طمانیت و ضمانت کے ہرگز یہ
معنی نہیں ہیں نہ ہماری مذہبی آزادی ایک شمہ برابر بھی محدود یا مجروح کیجائے
یا سیاسیات کا اشغال ہمارے لئے کوئی شجر ممنوعہ قرار دیا جائے۔"

مولانا محمد علی کی ہمت واستقلال

بی اماں کے متعلق ہم نے پہلے بھی لکھا ہے کہ وہ عدیم
باہمت اور مستقل مزاج خاتون تھیں۔ جس روز سے علی برادران کو حکومت ہند
نے نظر بند کیا تھا اس روز سے ان کے دل میں خدمت قوم اور خدمت وطن
کا جوش و خروش اور بھی زیادہ تیز ہوگیا تھا انھوں نے اس بات کا ملال
نہیں کیا کہ ان کے دونوں نور نظر اور پارۂ جگر گرفتار ہوگئے بلکہ وہ خوش
تھیں کہ ان کے دونوں بیٹوں نے وطن اور قوم کی خاطر گرفتار ہوجانے سے
بھی گریز نہیں کیا۔ چنانچہ اسی روز سے وہ اس وقت تک برابر اپنی تمام
زندگی میں پبلک میں قوم اور وطن کی خدمات انجام دیتی رہیں برابر جلسوں میں
شرکت کی۔ تقریریں کیں۔ اور وطن کی شان کو بام عروج تک پہونچانے
کی برابر کوشش کی۔ اس سے قبل کبھی خاتون نے اتنی شہرت اور عزت حاصل
نہیں کی۔ خدمت وطن کے شعلے آپ کے دل و دماغ میں پوری تیزی کے ساتھ
بھڑک اٹھے تھے اور آپ کو شوق زیادہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی

بقیہ زندگی میں بہت کم آرام کیا۔ ہر وقت آپ خدمت وطن کے کار میں مصروف نظر آتی رہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے وطن میں بی اماں جیسی بہادر اور غیور خواتین برابر پیدا ہوتی رہیں۔ ہم کو اس کی ذات اقدس پر فخر کرنا بجا ہے ہم جس قدر بھی ان کی ذات پر ناز کریں وہ کم ہے۔ علی برادران بھی اپنی والدہ محترمہ کی بے حد عزت کرتے تھے اور ان کو اپنے سر پر شفقت و مہربانی کا سایہ خیال کرتے تھے۔

ترکوں کے دلوں پر گہرا اثر

جنگ بلقان کے زمانے میں جب ہندوستان سے طبی مشن ترکیہ پہونچا تو ترکوں نے بڑی گرمجوشی اور محبت کے ساتھ اس ہندی طبی وفد کا خیر مقدم کیا ان کو اپنی آنکھوں پر بٹھالیا۔

چنانچہ اس وفد کے وہاں پہونچنے کے سبب ترکوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کی جانب سے بہت گہرا اثر ہوا انھوں نے اس وفد کی بہت قدر و منزلت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ترکوں کی خاطر یہ لوگ کتنا طول طویل راستہ طے کرنے کے بعد اس جگہ آئے ہیں طبی وفد کے سردار ڈاکٹر انصاری تھے جو اب بھی تمام ہندوستان میں مشہور رہیں۔ اگرچہ آپ انتقال فرما گئے ہیں۔ لیکن ہندوستانیوں کے دلوں میں ڈاکٹر انصاری کی یاد ابھی تک باقی ہے اور خدا معلوم ابھی یہ یاد اور ان کا شہرت یافتہ نام کتنے عرصہ تک باقی رہے لیکن افسوس ڈاکٹر انصاری کے اٹھ جانے کے سبب ایک بہت بڑی جگہ خالی ہوگئی آج

ان کا ہم پلہ کوئی ڈاکٹر نظر نہیں آتا۔ ابھی تک وہ کمی ہندوستان پوری نہیں
کرسکا جس کو وہ بے طرح محسوس کر رہا ہے۔ کاش ڈاکٹر انصاری زندہ
ہوتے تو وہ نہ معلوم قوم اور وطن کی کس قدر خدمت انجام دیتے۔ چنانچہ ان
کے طبی مشن نے ترکوں کے ساتھ نہایت مہربانی اور ہمدردی کا سلوک کیا جس
کے ذریعے ترکوں کو ہندوستان سے گہری ہمدردی پیدا ہوگئی اور وہ ہم
لوگوں کو اپنا عزیز ترین دوست سمجھنے لگے۔ اس میں بھی مولانا محمد علی ہی کا
ہاتھ تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی نے اخبار میں ترکوں کے لئے مضمون
لکھا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ مولانا محمد علی کا یہ کام بھی ہندوستان کے لئے
بیحد مفید تھا۔ لیکن افسوس اس کے بعد ہی جنگ عظیم کے شعلے بھڑک اٹھے
اور اسکی خوفناک چنگاریاں ہر طرف پھیل کر امن عام کو خاکستر کرنے لگیں جس
کے سبب ہندوستان اور ترکیہ کے درمیان مضبوط رشتہ اتحاد قائم نہ
ہوسکا۔ اگر جنگ نہ جاری ہوتی تو ایسا ضرور ہو جاتا۔ جس کے ذریعے
ہندوستان کو بے حد فائدہ پہونچتا۔ چنانچہ مولانا محمد علی کا یہ کام بھی
اپنے عزیز ترین وطن کے لئے ایک بیحد مفید اور سودمندی تھا لیکن افسوس
ہندوستان کی بدقسمتی اور بدنصیبی نے اب بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ جنگ
عظیم نے اس تمام کری کرائی محنت پر پانی پھیر دیا لیکن پھر بھی مولانا محمد علی کی
اس فائدہ بخش کام سے کسی صورت میں بھی انکار نہیں کیا جاتا۔

تھوڑے ہی عرصے بعد جنگ چھڑ گئی۔ جس کے سبب ہر قوم اور ہر ملک
اپنے بچاؤ کی خاطر دفاعی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہو کر باقی تمام

باتوں کو بھولنے لگا۔ چونکہ اس لڑائی میں ترکوں نے بھی زبردست حصہ لینا شروع کردیا تھا اس لئے امید ول پر پانی پھر گیا۔

نتیجہ کیا نکلا مولانا محمد علی مرحوم کے اس قسم کے کاموں سے ہر شخص آسانی کے ساتھ یہ ہی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مولانا محمد علی اتحاد کے اس قدر حامی تھے کہ وہ نہ صرف ہندوستانی قوموں کو متحد کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ بڑی بڑی قوموں کے ساتھ ہندوستان کا بھی سلسلہ جوڑدینا چاہتے تھے۔ مولانا محمد علی نے اپنے دل میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ قوم اور وطن کو جس قدر اتحاد سے فیض پہونچ سکتا ہے۔ اتنا فائدہ ملک کو کسی دوسری چیز سے نہیں پہونچ سکتا۔ اگر مولانا محمد علی کو موقع دیئے جاتے تو وہ ضرور ہندوستان کے دوسرے ملکوں سے نہایت ہی اچھے تعلقات پیدا کر دیتے اول تو زیادہ معروفیت کے سبب آپ کو وقت ہی نہیں ملا۔ دوسرے جنگ عظیم چھڑ جانے سے نفسانفسی شروع ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ آپ کچھ عرصے کے لئے نظر بند کر دیئے گئے۔ اس سے ہم کو یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ ترکوں کے دلوں سے ہماری حمیت مٹ گئی۔ نہیں ہم دونوں ایک دوسرے کی قدرت کرتے ہیں اس لئے توقع امید ہے کہ مولانا محمد علی کی اس کوشش سے آنے والے زمانے میں ہندوستان کو کچھ نہ کچھ ضرور فیض پہونچے گا۔ لیکن اتحاد کی ضرورت ہے اگر آج بھی ہندوستان کی بڑی قومیں متحد ہوجائیں تو وہ آرام اور امن کی زندگی گزار سکتی ہیں۔

اتحاد

زمانہ عیش کا جب عہد طائر دل یاد کرتا ہے
تو غم کی باغباں تیرے جفا کے یوں فریاد کرتا ہے
چمن تیرا یہ گل بوٹے ہیں یہ بیداد کرتا ہے
نئے جور و ستم ہم پر ستم ایجاد کرتا ہے
سبب کیا جگر بتا دے بلا صیاد کرتا ہے
تیرے اس باغ کی اے باغباں زینت کے ساماں ہیں
یہاں پھیلا ہے جس کا نور وہ ہم ماہ تاباں ہیں
بہت صیاد کے جور و ستم سے ہم پریشاں ہیں
ہمارے دم کی خاطر جب یہ گل فراواں ہیں
بری ہم پر نظر یہ آسمان پیر کی کیسی ہے

مصیبت میں ہے اب وہ زیست جو آرام سے گزری
بجاتے تھے چمن میں چار سو ہم چین کی بنسری
یہاں کی یک بیک کیسی ہوا اے باغباں بدلی
ہمیں مجبور کر کے لو دکھا دی ہائے بربادی
مصیبت اس سے آئی ہے سبب ہے یہ مصیبت کا
کہ ہو کر فطرتی ہم نے بگاڑا رنگ فطرت کا

باہم ہو بدگمانی یہ نہیں دستور فطرت کا
جہاں ہو بغض سے الفت جو حامی ہو کدورت کا
وہ ملک اغیار کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوتا ہے
طلسم مہر و الفت سے ہے آئین جہاں قائم
ضرورت ہے رہیں ہم ہو کے یار و مہرباں باہم
رہیں مل کر تو قومیں رہتی ہیں پھر بے گماں قائم
ہوا کرتی ہے کم و قوت بھی جب ہوتی ہے الفت کم
جو ہم لڑتے ہیں ان کا نہیں رہتا نشاں باقی
ہوا ہے شوق پیدا جب سے تم میں خود پرستی کا
سبب یہ ہو گیا قومی تنزل اور پستی کا
گلہ کس منہ سے کرتے ہو اب اپنی تنگ دستی کا
ہوا ہے زعم پیدا دل میں جب سے اپنی ہستی کا
رہو اب مست اسی میں یہ وقت ہے فاقہ مستی کا
انھیں پتوں کی کچھ ہے شان جو ڈالی میں ہوتے ہیں
جو ٹہنی سے جدا ہوتے ہیں بات اپنی ڈبوتے ہیں
نشاں مٹتا ہے گم ہوتے ہیں ہستی اپنی کھوتے ہیں
وہ سر پہ ہاتھ رکھ کر عمر بھر قسمت کو روتے ہیں
گلستان جہاں میں اس طرح عزت ڈبوتے ہیں

مولانا محمد علی کی رہائی

سلطانی اعلان

لوگوں کی آرزوئیں مولانا محمد علی سے وابستہ تھیں ان کی آنکھیں ان کو دیکھنے کے لئے ترس رہی تھیں وہ ان کی آزادی کا نہایت بیتابی اور بے قراری سے انتظار کر رہے تھے۔ کہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سلطانی اعلان کے ذریعے علی برادران کو رہا کر دیا۔ جونہی مولانا محمد علی کی آزادی کی خبر ہندوستان میں پھیلی ہندوستانیوں کے دلوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی وہ ہشاش بشاش نظر آنے لگے۔ عوام نے شہروں میں کثرت سے چراغاں کیا۔ دلہن کی طرح سجایا۔ آپ کی رہائی کی خبر سنکر ہندوستان کا بچہ بچہ خوش تھا۔ بازاروں اور محلوں میں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آ رہے تھے ہر کس و ناکس کی زبان پر مولانا محمد علی ہی کا نام تھا گھر گھر میں آپ ہی کے چرچے ہو رہے تھے۔ مولانا محمد علی آزاد ہوتے ہی دہلی آئے۔ اس جگہ انھوں نے بہت کم قیام کیا کیونکہ امرتسر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے جلسوں کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈران ان دنوں شہر امرتسر میں جمع ہو رہے تھے۔ جن میں ہندو مسلمان دونوں قوموں کے سرآوردہ اشخاص شامل تھے

مسلم لیگ کی صدارت

اس سے قبل مولانا محمد علی مسلم لیگ کی

صدارت کا کام بھی انجام دے چکے تھے۔ لیگ کی خاطر بھی آپ نے بڑے بڑے کام کئے تھے۔ آپ کی کوشش کے ذریعے مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت کانگریس کی بڑی جماعت کا مقابلہ کرنے لگی تھی۔ کانگریس اور لیگ میں نمایاں فرق موجود نہ تھا۔

مولانا محمد علی مرحوم نے نہ صرف مسلمانوں ہی کے دلوں میں اپنی جگہ پیدا کی تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہندو بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔ آپ اس شعر کی قدر کرتے تھے ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

مولانا محمد علی مرحوم جیسے محبوب ترین لیڈر اور اس قسم کے ہونہار فرزند وطن بہت کم گزرے ہیں۔ دونوں قوموں کے محبوب اور سچے لیڈر تھے۔ جس قدر مسلم لیگ میں آپ کی عزت اور وقعت تھی اسی قدر آل انڈیا نیشنل کانگریس میں بھی آپ کی عزت اور آبرو تھی۔

آپ سچے مسلمان اور اسلام کے سچے مبلغ بھی تھے۔ قید سے باہر آنے کے بعد آپ کی زندگی میں غیر معمولی انقلاب پیدا ہو چکا تھا۔ جس کی آپ نے بے حد قدر کی اور خود کو خدا کی جانب بہت زیادہ جھکا دیا۔

ثنا

جن کو دنیا میں تیرا والا و شیدا دیکھا ۔۔۔ اپنے سے اچھا رہے اعلیٰ سے اعلیٰ دیکھا

پتے پتے سے تیری صفتِ قدرت دیکھی
ذرے ذرے میں تیرے حسن کا جلوہ دیکھا

کوئی معبود نہیں تیرے سوا اے معبود
لا الہ کے جو مفہوم کو سوچا دیکھا

تیرے قرآن کا ہر لفظ ہے مخزن راز
تفکر سے جس بات کو سوچا دیکھا

ادنیٰ کو اعلیٰ کیا اعلیٰ کو ادنے تو نے
تیری قدرت تیری قدرت کا تماشا دیکھا

تاب نظارہ نہ لائے وہ گرے غش کھا کر
تیرا موسیٰ نے جو سر طور جلوہ دیکھا

تجھ کو جب یاد کیا حل ہوئی مشکل میری
تجھ کو تھا مایہ قدرت نے جو گرتا دیکھا

پا لیا اس نے تجھے حکم پہ جو تیرے چلا
بہت آسان تیرے ملنے کا رستہ دیکھا

کانگریس کا اجلاس

پنڈت موتی لال نہرو کانگریس کے پردھان تھے جن کی اسپیشل ٹرین امرتسر پہونچ چکی تھی اسوقت پلیٹ فارم پر باتات کا فرش بچھا دیا گیا تھا۔ چونکہ اس سال کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کا اجلاس تھا اس لئے مسلم لیگ کے پردھان مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان کا انتظار کیا جا رہا تھا چونکہ اجمل خان کی اسپیشل ٹرین کے پہونچنے میں ابھی دیر تھی اس لئے پنڈت موتی لال نہرو کو وہاں بھی ٹھیرا لیا گیا۔ آج کے روز شہر امرتسر میں بے حد چہل پہل تھی جو ہی حکیم اجمل خاں کی اسپیشل ٹرین امرتسر پہونچی فریقین کی جانب سے ان دونوں قوم پرست لیڈروں کو دیکھتے ہوئے فلک بوس نعروں سے پیر فلک کا بھی دل ہل گیا۔ تمام پلیٹ فارم

گونج اٹھا دونوں کی گردنوں میں پھولوں کے ہار ڈال دیئے گئے۔ اس مرتبہ مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس کا جلوس ساتھ ساتھ نکلا۔

محمد علی کی تشریف آوری

جس وقت مولانا محمد علی امرتسر پہونچے مسلم لیگ میں صدارت کی جگہ ان کے لئے خالی تھی۔ آپ بڑی مسرت کے ساتھ اس بار کو اپنے کاندھے پر اٹھا لیا۔ اور وہاں پہونچتے ہی مسلم لیگ کے صدر بن گئے۔

مسلم لیگ و کانگریس کا جلوس

جلوس ایک نہایت ہی طویل قطار کی صورت میں دور تک چلا گیا تھا جلوس کے دونوں طرف بے شمار والنٹیر تھے جو انتظام کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس جلوس میں ہندوستان کی متعدد ہستیاں جن کے نام ذیل میں درج ہیں موجود تھیں :-

(۱) آنریبل پنڈت موتی لال نہرو پریذیڈنٹ نیشنل کانگریس۔
(۲) مسیح الملک شہنشاہ اعظم حکیم اجمل خاں مرحوم۔
(۳) سوامی شردھانند جی
(۴) پنڈت مالوی جی
(۵) مسٹر محمد علی جناح موجودہ صدر مسلم لیگ
(۶) سید حسن امام۔

ان کے بعد گھوڑوں کی طویل قطار تھی جس جگہ سے ہندو مسلمانوں کا یہ شاندار جلوس گزرتا تھا لوگ قومی نعرے لگاتے تھے۔ پھولوں کی بارش

کرتے تھے۔

کانگریس اور مسلم لیگ کا یہ جلوس جو امرتسر کے بازاروں میں سے گزرتا ہوا پنڈال میں پہونچا اپنی شان وشوکت کے سبب سے ہندوستان کی موجودہ سیاسی تاریخ میں کافی سے زیادہ وقعت اور شہرت رکھتا ہے۔ ان دنوں ہندوستان کی دو بڑی قوموں میں بالکل ہی اتحاد اور یگانگت موجود تھی ہندو اور مسلمان دونوں بھائی بھائی کی طرح اپنی زندگی گزار رہے تھے اور دونوں کے دونوں شیر وشکر تھے۔ کاش آج بھی اسی قسم کے لیڈر موجود ہوتے تو یہ باہمی کشمکش ضرور ختم ہو جاتی۔

مولانا محمد علی کانگریس کے پنڈال میں

اس مرتبہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کانگریس کے پنڈال میں خوب دھواں دھار تقریر کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ایک شیر ہے جو گرج رہا ہے۔ ایک بہادر سپاہی ہے جو اپنے نعروں سے دشمنوں کے دل ہلا رہا ہے آپ کی جادو بھری تقریر کے سبب تمام پنڈال میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور جس قدر بھی لوگ اس جگہ موجود تھے وہ سب کے سب بالکل خاموش، بیٹھے مولانا محمد علی کی جانب ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے آپ نے اپنی اس

تقریر میں سرمائیکل اڈوائر کی معزولی پر جو ریزولیوشن پیش کیا گیا تھا مولانا محمد علی نے اس پر ایک مستانہ رجز سے لبریز تقریر کی۔ اس روز کی تقریر ایک قابل یادگار تقریر ہے۔ جس میں آپ نے اپنی علمی لیاقت کا پورا پورا ثبوت پیش کر دیا۔ اس جلسے میں پنڈت موتی لال نہرو نے بھی تقریر کی تھی۔ اور بہت سے دوسرے لیڈروں نے بھی اپنے اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ لیکن مولانا محمد علی کی اس تقریر کو کوئی بھی تقریر نہ پہونچ سکی۔

مال و دولت کی پیشکش

جب نظر بندی سے چھوٹ کر علی برادران واپس آئے تو ان کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تھا کیونکہ مطبع اور اخبار کی ضمانت ضبط کر لی گئی تھی اس کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے مصائب آپ پر آ پڑے تھے لیکن آپ نے آج تک اس قسم کے نقصان کا شکوہ اپنی زبان سے ادا نہ کیا۔

عوام میں علی برادران نے بے حد مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ ہندو مسلمان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان فرزندان وطن کی خاطر جنھوں نے اپنے وطن عزیز کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے نذر کر دیا ہے ایک امدادی فنڈ جمع کیا جائے تاکہ وہ علی برادران کی نذر کر کے ان کی مالی حالت درست کر دی جائے چنانچہ فنڈ جمع کرنے کا کام خوب زور شور سے جاری ہو گیا اور تمام ہندوستان سے کافی رقم اکٹھی ہو گئی۔ بمقام ... ہندو مسلم لوگوں نے مال و دولت مولانا محمد علی کی نذر

کرنے کے لئے ان سے کہا۔ لیکن مولانا محمد علی نے صاف صاف اس امدادی
فنڈ کو لینے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو
دولت کی خاطر خدمت وطن کا کام انجام دیتے ہیں۔ ہم نے آج تک جو کچھ
بھی کیا ہے وہ محض اپنے وطن کے لئے کیا ہے اس لئے وہ کام ہمارا ہی تھا
ہم ہرگز ہرگز اس رقم کو نہیں ہاتھ لگا سکتے۔ کیا ہندوستان ہمارا نہیں ہے
کیا اس کی خدمت کرنا ہمارا فرض نہیں ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ ہم نے اپنا
تمام سرمایہ اپنے وطن کے لئے صرف کر دیا تو اس کا یہ جواب کافی ہے
کہ اس وطن سے وہ ہم نے پیدا کیا تھا اور اس وطن پر وہ ہم نے خوشی
کے ساتھ صرف کر دیا۔ اگر ہمارے پاس کچھ اور بھی ہوتا تو ہم وہ بھی
اپنے اس عزیز ترین وطن پر صرف کر دیتے۔ اب ہمارے پاس
جان باقی ہے۔ چنانچہ ہم اسکو بھی اپنے وطن پر قربان کرنے سے گریز
نہیں کر سکتے۔ ہم ان میں سے نہیں ہیں کہ جو دینی اور قومی خدمات کے
عوض دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کے اس انکار نے لوگوں کو اور بھی
زیادہ عقیدت مند بنا دیا۔ سب نے سمجھ لیا کہ مولانا محمد علی سچے وطن
پرست اور قوم کے غم خوار انسان ہیں۔

امدادی فنڈ کا تصرف

چنانچہ جو امدادی فنڈ مولانا محمد علی کے
لئے جمع ہوا تھا وہ آپ نے قوم کی
اغراض کے لئے وقف کر دیا جو تھوڑا تھوڑا قوم پر صرف ہوا ؎
دیکھ چشم غور سے نقش عمل کو نوجواں

اس کے دلکش زمزمے ہیں باعث آرام جاں
اس دنیا میں ہے انسانی تدبر کا نشاں
ٹھیک منزل پر پہنچ جاتا ہے اس سے کارواں
آ ادھر ناداں انساں دیکھ اپنا منہ ذرا
میں بتاتا ہوں تجھے ذوق عمل کا آئینہ
اس میں آتا ہے نظر بہبودی الفت کا راز
اس سے ہر ہر چیز میں ہی جرأت و دولت کا راز
یہ گرانمایہ وہ ہے جس کی ہے انساں کو تلاش
یہ سکھاتا ہے جہاں والوں کو آئین معاش
نام کو رہتی نہیں پژمردگی جذبات میں
ڈالتا ہے جان جو دنیائے احساسات میں
یہ بتاتا ہے ہماری زندگی کو زندگی!
اہل حق کہتے ہیں اسکو روح کی پابندگی
اسکے پہلو میں تہذیب و تمدن کی عناں
کشور دل میں ہمارے ڈال دیتا ہے یہ جاں
عشرتِ ذوق عمل ہے نغمۂ ساز حیات
یہ وہ جذبہ ہے کہ ہے کہیں نہاں راز حیات
ہیں فدا اہل جہاں اس خواب عشرت ناک پر
خاک کے پتلے کو پہنچاتا ہے یہ افلاک پر

ہے بجا کہہ دیں اگر ہم اسکو جان ارتقا
اِس کے دم سے یہاں قائم نشانِ ارتقا
کیا خطا اس میں کسی کی ہم نہ ہوں جب مستفید
ورنہ قدرت نے تو دی ہے گنجِ حکمت کی کلید

چودھویں صدی اور خلافت

جنگ عظیم کے اختتام پر۔ اور مسلم لیگ و آل انڈیا نیشنل کانگریس کے مشترکہ اجلاس کے بعد خلافت کی تحریک زور شور سے جاری ہو گئی۔ مولانا محمد علی روز اول ہی سے خلافت کے حامی اور ہندوستانی تنظیم کے شیدا و فریفتہ تھے۔ آپ ہمیشہ اتحاد کو دوسری چیزوں سے زیادہ ضروری اور لازمی خیال کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد علی مرحوم نے اتحاد کی خاطر شروع ہی سے کوشش کرنا شروع کر دی تھیں چنانچہ ہر قوم و مذہب کے مسلمان آپس میں اس طرح شیر و شکر ہو گئے تھے گویا کہ ان میں دو بڑی قوموں میں کبھی اختلاف پیدا ہوا ہی نہیں تھا تحریک خلافت کا اِس قدر زور شور ہوا کہ لاتعداد ہندوستانیوں نے اپنی ملازمت سے استعفاء دیدیئے۔ اور وطن کی آزادی کی خاطر ایک مشترکہ جہاد کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔

۱۸۵۷ء کے بعد عہد خلافت میں عجیب قسم کے ہندوستان میں آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ لیکن یہ اتحاد زیادہ عرصے قائم نہ رہا۔ کسی طریق پر یا کسی وجہ سے ان دونوں قوموں میں پھوٹ پڑ گئی۔ تمام شیرازہ بکھر گیا۔ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ آزادی کا تمام طلسم ٹوٹ گیا۔ اس عدم تعاون کے سبب مولانا محمد علی مرحوم کو ازحد افسوس اور ملال پہونچا۔ لیکن آپ کی آنکھیں ان تمام انقلابوں کا بغور مطالعہ کر رہی تھیں۔ ایسی حالت میں بھی مولانا محمد علی نے یہ ہی کوشش کی کہ اتحاد قائم رہے لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔

مسلم لیگ کی بنیاد کیوں رکھی گئی

۱۸۵۷ء میں جو کچھ ہوا وہ عام لوگوں سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ آج نہ ہندوستان کے لئے ایک پریشان کر دینے والا زمانہ تھا لوگوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور حکومت کے خلاف ہندوستان میں ایک بڑی بغاوت پھوٹ پڑی تھی۔ کچھ عرصہ تو میرٹھ دہلی۔ اور جھانسی وغیرہ میں بغاوت کا خوب زور دیا لیکن جب انگریزی فوجوں نے دہلی کو فتح کر لیا اور ان کا پوری طرح سے قبضہ ہو گیا۔ تب انھوں نے باغیوں کی بازپرس کی۔ چنانچہ اس واقعہ کے سبب مسلمانان ہند کو ازحد حکومت کی نگاہ میں کھٹکنا پڑا۔

اس میں شک نہیں کہ ایام غدر میں صرف مسلمان ہی شریک ہو کر انقلابی صورت پیدا نہیں کر رہے تھے بلکہ اس میں ہندو بھی شامل تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا خمیازہ خصوصاً مسلمانوں کو زیادہ بھگتنا پڑا۔

چنانچہ مسلمانوں کو اس پریشانی سے نجات دلانے کی خاطر اپنا وفد قائم
کرنے کے لئے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا سب سے پہلا اجلاس پٹنہ میں
ہوا اس وقت مسلم لیگ میں بڑے بڑے مسلمان شامل تھے جن میں مولانا محمد علی۔
نواب ڈھاکہ۔ حکیم اجمل خاں مرحوم اور سر سید خاں وغیرہ تھے۔

مولانا محمد علی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تو بہت زیادہ مسلم لیگ کے
حامی بن گئے تھے اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی اس سیاسی جماعت
کی سرپرستی کرتے ہوئے حکیم اجمل خاں نے کافی شہرت حاصل کر لی۔ جس کے
سبب ان کو کچھ عرصے کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کا پردھان بنا دیا گیا
مسلم لیگ کی حمایت میں مولانا محمد علی مرحوم و مغفور نے بہت زیادہ خدمت کی۔

ان دنوں تجربے میں یہ آ رہا ہے کہ جو شخص بھی اپنی قوم اور اپنے
وطن کی بڑی خدمت انجام دیتا ہے۔ وہ بہت جلد شہرت حاصل
کر لیتا ہے۔

مسلمانوں کو اپنی سیاسی جماعت قائم کرنے کی اشد ضرورت تھی
کہ جو مسلمانوں کی ایک بڑی خدمت انجام دے اور ان کی صحیح طریق پر رہنمائی
کی جائے۔

مولانا محمد علی جس قدر اتحاد کے دلدادہ تھے۔ اسی قدر وہ اس اختلاف
کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ جس شخص نے اپنے خون کے ذریعے
ہندی اتحاد کی آبیاری کی ہو وہ کیونکر اپنی کوششوں کا خون اپنی سرگرمیوں
کا ماتم جنازہ۔ اپنی امیدوں کی لاش اور اپنی آرزوؤں کا قتل دیکھ سکتا ہے

آپ کو ازحد ملال ہوا۔ دنیا میں شاید آج تک ایک بھی ایسا انسان نہیں گزرا ہوگا کہ جس کو غم والم سے دوچار نہ ہونا پڑا ہو جس کو اپنی آنکھوں سے اشک بہانے نہ پڑے ہوں دنیا مقام حزن وملال ہے کسی شاعر نے خوب لکھا ہے ؎

بلبل کو دیا نالہ پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب میں جو مشکل نظر آیا

آہ اس عدم اتحاد کے ملال کو کوئی شیر بیشہ مولانا محمد علی کے دل سے پوچھے۔ کوئی ان سے پوچھے۔ وہی اس درد اس دکھ اور اس افسوس کی لذتوں سے کچھ ہم سے زیادہ آشنا تھے ؎

قسمت کی بدنصیبی کہ ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

وہ انسان جو منزل مقصود کے قریب پہونچکر تھک جانے کے سبب بیٹھ گیا ہو اس کی حسرت کوئی اسی کے دل سے پوچھے اس کے غم کا حال کوئی اسی کی زبان سے سنے۔ اس کی پریشانیوں کا عالم کوئی خود پریشان بن کر اپنی آنکھوں سے بذات خود دیکھے۔ ایسی حالت میں ایسے عالم میں ماسوا اس کے اور کہا بھی کیا جا سکتا ہے ؎

وہ گیا پہونچ کر تا بہ معراج عروج
کیا خبر کتنی بلندی پر حریم ناز ہے

مولانا محمد علی ایک اس تھکے ہوئے مسافر کی طرح تھے کہ جس کی آنکھوں کے سامنے اس کی منزل تو ضرور تھی لیکن اس کے ہاتھ پاؤں نے جواب دیدیئے تھے۔ اس کے طاقت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اس کے قویٰ نے اسکو جواب دیدیا تھا لیکن پھر بھی اس قسم کے غم اٹھانے پر بھی مولانا محمد علی بالکل ہی ناامید نہیں ہوئے۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ آیندہ کے لئے وہ مسلمانوں

کی جانب زیادہ متوجہ ہو گئے۔ خدمت قوم کو اپنا شعار بنالیا انھوں نے
سمجھ لیا کہ اتحاد کے ذریعے قوم مسلم کو فائدہ کے عوض الٹا نقصان ہی
اٹھانا پڑا۔

اس سے قبل مولانا محمد علی مرحوم آل انڈیا نیشنل کانگریس کے حامی۔
اس کے ہمدرد اسکو اپنے وطن کی ہر دلعزیز ی سیاسی جماعت خیال
کرنے والوں میں سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اپنے بھائیوں کے
سلوک نے ان کے دل کو چھلنی کر دیا۔ ان کے دل میں زخم پڑ گئے اور وہ
ہرے زخم جن کے لئے مرہم اور پٹی کی ضرورت تھی جب خالص دوستی کے
پانی کے ذریعے ان کو نہ دھویا گیا۔ جب اتحاد کے مرہم اور تعاون کی
پٹیاں ان پر نہ چڑھائی گئیں تو ان زخموں میں ناسور پڑ گئے۔ اور رفتہ رفتہ
وہ ناسور رس رس کر مولانا محمد علی اڈیٹر کامریڈ و ہمدرد کو اور بھی زیادہ تکلیف
دینے لگے۔

انقلاب زندگی

صرف مولانا محمد علی ہی کی زندگی میں انقلاب نہیں
پیدا ہوا تھا بلکہ مولانا شوکت علی کی زندگی میں
نمایاں تبدیلی واقعہ ہو گئی تھی اسی روز سے آپ دونوں نے خود کو اسلامی
جماعت کا خادم خیال کر لیا تھا۔ چنانچہ جب تک علی برادران زندہ رہے
برابر قوم اور اسلام کی خدمت کرتے رہے۔

مولانا شوکت علی موجودہ آل انڈیا مسلم لیگ جس کے قائد اعظم مسٹر محمد علی
جناح ہیں نہایت ہی سرگرم کے ساتھ اسکو آگے لئے جاتے ہیں صدر مسلم لیگ

کا ہاتھ بٹاتے رہے مسلم لیگ کے سرگرم لیڈر بنے رہے۔ ہندی مسلمانوں کو آپ سے بے پناہ محبت ہو گئی تھی اور تمام لوگ ان کو زعیم اسلام کے مبارک نام سے یاد کرنے لگے تھے آپ نے اپنی وفات سے قبل اتاترک کمال پاشا کی مرت پر نہایت ہی درد بھری آواز میں ایک پرجوش تقریر کی تھی کون جانتا تھا کہ مولانا محمد علی کے بھائی بھی تھوڑے ہی عرصے میں اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں ؏

اتحاد ختم ہو جانے کے بعد مولانا محمد علی بالکل ہی ایک دوسرے رنگ میں نظر آنے لگے۔ ان میں صاف طور پر تبدیلی ظاہر ہونے لگی ؏

بلبل کی چمن میں ہم زبانی چھوڑی بزم شعرا میں شعر خوانی چھوڑی
جب سے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا ہم نے بھی تیری رام کہانی چھوڑی

ہم کیا چاہتے ہیں

اگر ہماری قوم میں مولانا محمد علی جیسے بیدار مغز دور اندیش سیاست دان اور رفیق اسلام پیدا ہوتے رہیں اور وہ سچے دل سے خود کو خدمت قوم کے لئے وقف کر دیں تو پھر کوئی بھی وجہ نہیں جو ہماری قوم دوسری قوم سے ترقی کے میدان میں پیچھے رہ جائے۔ لیکن آہ اسوقت جبکہ مولانا محمد علی جیسی ہستیوں کی ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کو بے حد ضرورت تھی ہم سے جدا کر دیئے گئے۔ ہماری قوم کی موجودہ حالت کا خاکہ ذیل کی نظم سے بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے ؏

دہر میں جب قوم کا شاعر ہوا محوِ بکا
یہ سمجھ لو اسکی پستی کی نہیں کچھ انتہا

ہوشیار اے قوم اس ناوکِ فریاد سے
تیرا شاعر چیخ اٹھا ہے تیری بیداد سے

آہ میری قوم! میری غافل و مدہوش قوم
مفلس و ناکارہ وقفِ اضطرابِ جوش قوم

رو رہا ہوں مدتوں سے تیری حالت دیکھ کر
تیری وحشت دیکھ کر تیری جہالت دیکھ کر

میری آنکھوں کے پیالوں کو لہو سے بھر دیا
آہ! ظالم تو نے میرے دل کو زخمی کر دیا

تو ہے اک دیوانہ، عقل و ہوش سے ناآشنا
جوش میں بالکل مآل جوش سے ناآشنا

تیری ہستی ارتقا کے راز سے بیگانہ ہے
تیری ہستی روح کی پستی کا اک افسانہ ہے

نازشِ بیجا نے تیری کر دیا رسوا تجھے
کچھ خبر بھی ہے کہ دنیا کہہ رہی ہے کیا تجھے

لڑ رہا ہے اپنوں سے بھی اور غیر سے بھی جنگ ہے
تو سمجھتا ہی نہیں دنیا کا اب جو رنگ ہے

اس قدر سادہ کہ جو چاہے وہ بہکا دے تجھے
اسقدر نادان کہ جو چاہے وہ گرما دے تجھے

اب تجھے پروائے منزل ہے نہ فکرِ کارواں
ہیں قسم کھانے کے قابل اب تری مدہوشیاں

اس سے بڑھ کر کچھ نہیں اب تیرا مقصودِ حیات
عقل والوں کے لئے ہے اک کھلونا تیری ذات

درس حاصل کر رہے ہیں غیر پستی سے تری
کھیلتا ہے اک زمانہ آج ہستی سے تری

تجھ سے جسکو کام لینا ہو وہ گرما دے تجھے
اک ذرا نشتر چبھو دے اور تڑپا دے تجھے

پھر تو لائیگا نہ کل دنیا کو بھی خاطر میں تو
تیرے ہاتھوں نظر آئیگا ہر اک کا گلو

یوں تو نوکِ ناز سے بھی دل ترا گھبرائے گا
جوش میں آجائے گا تو دار پر کھنچ جائے گا

ہندی مطالبات

اس وقت جبکہ تحریک خلافت کا آغاز تھا ایک ہندی وفد والیسرائے صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجنے کی

لیئے تیار کیا گیا۔ اس میں نہ صرف مسلمان ہی شریک تھے بلکہ ہندو بھی کافی تعداد میں تھے۔ اور جو مطالبات طے کئے گئے تھے اس میں تمام ہندوستان کے فائدے کا خیال رکھا گیا تھا۔

یہ واقعہ سنہ ۱۹۲۰ء کا ہے چنانچہ وفد تیار ہو گیا اور جنوری کے ماہ میں اس وفد نے والیسرائے ہند صاحب بہادر کے در دولت تک رسائی حاصل کر لی

ان دنوں ہندوستان کے والیسرائے لارڈ چیمسفورڈ تھے جن کے سامنے اڈریس پڑھا گیا اس اڈریس میں تمام ہندوستانی پبلک کے خیالات اور ان کے مطالبات کی ایک حد تک ترجمانی کی گئی تھی۔ چونکہ اس وفد کی تسلی نہ ہو سکی۔ اس لئے خلافت کی تحریک کو خوب زور شور سے چلایا گیا جس کا بہت زیادہ کام مولانا محمد علی کے ہاتھ میں تھا۔

آپ پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کو مضبوط اور طاقتور بنانے میں غیر معمولی طور پر کوشاں نظر آتے تھے۔

مولانا محمد علی کے ہمراہ ان کے دست راست یعنی بڑے بھائی مولانا شوکت علی بھی تھے جو اس بڑے کام میں مولانا محمد علی کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

اس زمانے میں تحریک خلافت کا اس قدر زور بڑھ گیا تھا کہ اس کے مقابلہ میں ہندوستان کی کوئی بھی بڑی سیاسی جماعت نہ تھی۔

جامعہ ملیہ علی گڑھ

اس کے بعد کا بڑا کارنامہ جو مولانا محمد علی سے ظہور میں آیا وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ کا ہے۔ آپ نے علی گڑھ کی جانب رخ کیا جہاں سے آپ نے

علم وفضل کے اولین مراحل طے کئے تھے۔ جہاں سے آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا تھا آپ نے بھی علی گڈھ پہونچ کر اپنے خیالات سے ارباب یونیورسٹی کو آشنا کیا اور بتایا کہ آپ چاہتے ہیں کہ اسلامی یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ کی صورت تبدیل کرلے اور اس کی کایا پلٹ کر اسکو اور بھی اونچے مقام پر پہونچا دیا جائے تاکہ یہ جگہ اسلامی تعلیم کا گہوارہ خیال کی جائے۔ ارباب یونیورسٹی نے اس کام کو اپنی ہمت اور کوشش سے زیادہ مشکل دیکھتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی لیکن مولانا محمد علی نے اس خاموش عدم تعاون سے پیچھے قدم نہ ہٹایا۔ بلکہ اپنے اس پیغام کو اور بھی اونچی آواز میں بلند کیا۔

اتفاق سے نوجوانوں کی جماعت نے جن کے قلوب نور ایمان سے جگمگا رہے تھے جن کے دلوں میں خدمت اسلام کا شوق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا انھوں نے نہ صرف مولانا محمد علی کے خیالات سے اتفاق کیا بلکہ بڑی گرم جوشی کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کا ارادہ بھی کرلیا۔ چنانچہ وہ اس یونیورسٹی کو جامعہ اسلامیہ کی صورت میں تبدیل کرنے کے لئے سامان مہیا کرنے لگے اس کام میں حضرت مولانا محمد حسن صاحب اور مولانا محمد علی نے نہایت ہی پُرزور اثر اور دل ہلا دینے والی تقریروں سے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ آپ کا یہ کارنامہ بھی نہیں ہے کہ جس کو کسی وقت فراموش کیا جا سکے۔ اسلامی یونیورسٹی کے اس ہونہار طالب علم نے اپنی درسگاہ کی اس قدر خدمت کی کہ شاید اس کا دوسرا شاگرد آج تک اپنی تعلیم گاہ کی اتنی خدمت انجام نہ دے سکا ہوگا۔

تحریک خلافت کا وفد

تحریک خلافت کا پہلا وفد انگلستان جو گیا وہ مولانا محمد علی کی کوشش جمیل کا نتیجہ تھا آپ نے بذات خود اس سفارت کی سرکردگی کی مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو یہ وفد انگلستان میں پہونچ گیا۔

اسوقت جبکہ یہ وفد انگلستان میں وارد ہوا ان کو ہر طرف سے یاس و ناامیدی نے گھیر لیا۔ اور آپ کو وہاں پہونچکر کسی قسم کی بھی امید نہ ہوئی۔ حکومت برطانیہ کی جانب سے مسٹر فشر نے مولانا محمد علی کو باریاب فرمایا اس کے بعد آپ مسٹر اسکوئتھ سے بھی ملے علاوہ ازیں دیگر سیاسی عمائد جو اس جگہ موجود تھیں ان تک بھی آپ نے آسانی پیدا کی۔ کچھ عرصے کے بعد مولانا محمد علی کو ناکامیوں کی تاریکی میں کامیابی کی ہلکی ہلکی شعاعیں نظر آئیں ہندوستان کی لیبر پارٹی نے خاص طور پر اس وفد کی مدد کی اس کا ساتھ دیا۔ لیبر پارٹی نے ایلبرٹ ہال اور کنگسوے ہال میں کئی مرتبہ جلسے کئے اور تقریریں کیں جس کے ذریعہ اس سفارت نے اپنا مقدمہ برطانوی پبلک کے کانوں تک پہونچا دیا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن مولانا محمد علی کو بھی اس جگہ اطمینان نصیب نہ ہوا لیکن آپ نے اپنی عادت کے مطابق ہمت و استقلال سے کام لیا اور برابر کوشش کرتے رہے وہاں آپ نے صرف اپنی دھواں دھار تقریروں ہی سے کام نہیں لیا بلکہ خاص لندن سے ایک انگریزی اخبار؎
مسلم آوٹ لک نکالا۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنا دوسرا اخبار

فرانس کے دارالسلطنت پیرس سے نوائے اسلام کے نام سے جاری کیا۔

اس میں شک نہیں کہ مولانا محمد علی مرحوم کے ان دونوں اخباروں نے اسلام اور ہندوستان کی بیحد خدمت انجام دی۔ یورپ و فرانس کے دارالسلطنت سے اس قسم کے اخبار جاری کرنا صرف مولانا محمد علی ہی کا کام تھا۔ ان دونوں اخباروں کے ذریعے برطانوی سیاست میں ہندوستان کا ضرور احساس پیدا ہو گیا ہے"۔

مولانا محمد علی کے احسان

اس قسم کے بے شمار کارناموں کے سبب اہل ہند کی گردنیں بار احسان سے مولانا محمد علی کے سامنے خم ہو گئیں۔ ہم کو مولانا محمد علی کی ذات سے بیحد فائدہ پہونچا۔ ہمارے مطالبات و خیالات کی فرانس و برطانیہ میں صحیح طریق پر ترجمانی کرنا صرف آپ ہی کا کام تھا۔ ورنہ اس طرح تو ہندوستان میں اور بھی بڑے بڑے لیڈر گزر چکے ہیں۔ لیکن مولانا محمد علی کی خدمت دوسرے مقتدر لیڈران صاحبان سے بے حد بڑھی ہوئی ہے۔ ان کے ہمعصروں میں کوئی بھی خود کو اس پلیٹ فارم پر کھڑا کرنے کے قابل نہ ثابت کر سکا کہ جس پلیٹ فارم پر خود مولانا محمد علی کھڑے تھے۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد ستان بلوچیر یورپ میں واقع ہے اس مقام

پر اتحادیوں کا جنھوں نے جنگ عظیم میں شاندار فتح حاصل کی تھی پریم کونسل کا اجلاس ضروری مسئلوں کو طے کرنے کے لئے قرار پایا۔

ہندوستان کے اس ہونہار فرزند نے اس موقعہ پر ایک درخواست پیش کی جس میں ان کی جانب سے یہ ظاہر کیا گیا کہ ان کو ترکی عرب اور ہندوستان کے مباحث متعلقہ دارسائی کی ترجمانی کا موقعہ دیا جائے۔ لیکن آپ کی یہ درخواست منظور نہیں کی گئی۔ اور آپ کو اس کے لئے موقعہ نہیں دیا گیا۔

انگلستان سے واپسی

شیر اسلام مولانا محمد علی نے جب یہ دیکھا کہ ان کو اس جگہ اپنی کامیابی کی امید کا کوئی بھی پہلو نظر نہیں آتا تب آپ ناکامی کی حالت میں حسرت و یاس لے کر انگلستان سے سمت ہند عازم ہوئے۔ اور وہ اپنے وطن میں تشریف لے آئے۔ مولانا محمد علی اپنی زندگی میں بار بار انگلستان گئے اور واپس آئے ہر مرتبہ آپ کوئی نہ کوئی مشن ہی لے کر وہاں گئے۔

ترک موالات

جس وقت مولانا محمد علی ہندوستان واپس آئے تو آپ کو ہندوستان کے ایک بہت بڑے قومی جلسے میں شریک ہونا پڑا۔ یہ جلسہ بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں حکیم اجمل خاں بھی شریک تھے ترک موالات کے سلسلے میں ان کی سرگرمیاں بے حد بڑھی ہوئی تھیں اس جلسے میں مولانا محمد علی نے زبردست تقریر کی اور یورپ کے متعلق بہت کچھ اپنے خیالات ظاہر کئے اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی کہا کہ ہم کو چاہئیے کہ ہم سب سے پہلے اپنے عزیز ترین وطن ہندوستان

آزاد کرالیں جب ہندوستان آزاد ہو جائے گا۔ اس وقت خلافت کا مسئلہ خود ہی حل ہو جائے گا۔ ہم کو تمام کاموں سے آزادی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ علاوہ ازیں آپ نے مسلمانوں کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اس کام کے لئے ہم کو ہندوؤں کو بھی اپنے ساتھ ملا لینا چاہیئے تاکہ یہ ایک بڑا اور مشکل کام بھی آسان کام بن جائے اور ہم اپنے مقصد میں پوری طرح سے کامیاب ہو جائیں ہندو مسلم اتحاد کے لئے آپ کی یہ بھی ایک بہت بڑی خدمت تھی

کانگریس کمیٹی کا بنارس میں اجلاس

اسوقت جبکہ خلافت کا وفد انگلستان میں سے سرگرم عمل تھا اور خلافت کے لئے کوشش کی جارہی تھی۔ اسی زمانے میں آل انڈیا نیشنل کانگریس نے اپنا اجلاس بنارس میں منعقد کیا۔ بنارس ہندو بھائیوں کا ایک مقدس شہر اور مشہور تیرتھ یاترا ہے۔

کانگریس کے اس اجلاس میں یہ مسئلہ طے پایا کہ خلافت کے معاملے کو کسی طرح قطعی طور پر طے کر لیا جائے تو اچھا ہے لیکن افسوس امید سے قبل ہی اتحاد کی کشتی اختلاف کے عمیق سمندر میں غرق ہو گئی اور یہی چیز ترک موالات کا سبب تھی۔ ایسی حالت میں حکیم اجمل خاں نے اپنی قوم کی خاطر بڑے بڑے کام کئے اور بڑی بڑی بیش بہا خدمات انجام دیں ٹھیک ایسی ہی حالت میں مولانا محمد علی مرحوم یورپ سے واپس تشریف لے آئے۔

ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت پر آپ نے غور کیا اور خاص توجہ کے ساتھ موجودہ عدم تعاون کا بھی مطالعہ کیا۔ ہم اپنی اس کتاب میں

اکثر مقام پر لکھ آئے ہیں کہ مولانا محمد علی نے ہمیشہ یہ ہی کوشش کی کہ جس طرح بھی ممکن ہو ہندوستان میں اتحاد قائم رہے تو اچھا ہے۔

پنڈت تلک کا انتقال

اسی زمانہ میں پنڈت تلک جی کا انتقال ہو گیا اور یہ خبر ہندوستان میں بڑے سخت افسوس کے ساتھ سنی گئی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد تلک سوراج فنڈ کی کوشش کی گئی۔ اسی طرح سمرنا فنڈ بھی جمع کیا گیا تھا جس میں مسلمانان ہند نے بڑی فراخ دستی سے اس فنڈ میں چندہ دیا تھا یہ فنڈ خاص طور پر والدہ محمد علی اور بیگم محمد علی نے جمع کیا تھا چنانچہ اسی طرح تلک سوراج فنڈ بھی جمع کیا گیا جس کی بابت ناگپور کے اخبارات میں ذکر کیا گیا تھا۔

مولانا محمد علی کے سبب ان دنوں بھی ہندو مسلمانوں میں اتحاد قائم رہا۔ چنانچہ کانگریس اور علی برادران کی کوشش کے ذریعے ایک کروڑ روپیہ جمع کر لیا گیا۔ خلافت و کانگریس کا یہ ایک بہت بڑا اور نہایت ہی عظیم الشان کارنامہ تھا۔

عہد خلافت کے حالات

اوّل ۔ لاتعداد رضاکاروں کی بھرتی ۔

دوئم ۔ چرخے کی ہمہ گیر ترویج ۔

سوئم ۔ کھدر کے استعمال کا شوق ۔

چہارم ۔ بدیسی کپڑے کا مقاطعہ ۔

چنانچہ جب یہ دیکھا گیا کہ رضا کار بڑی زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھرتی ہونے لگے ہیں۔ تو انگلستان میں بھی اس قسم کی تشویشناک خبریں پہنچنے لگیں۔ ہندوستان میں بغاوت کی قسم کے حالات پیدا ہو گئے۔ جس کی بنا پر گرفتاریاں عمل میں آنے لگیں۔ اور جو لوگ انتہا پسند تھے ان کو گرفتاری کرنے کا کام۔ انجام پانے لگا۔ سیاسی قیدی۔ قید میں جانے لگے اس زمانے میں اتحاد بھی کافی مضبوط تھا اور علی برادران کی کوششوں کے ذریعہ تحریک خلافت کافی پھیل چکی تھی۔

مولانا محمد علی کی گرفتاری

اس وقت جبکہ خلافت کا خوب زور شور تھا مولانا محمد علی ریل میں جنوبی ہند کا سفر کر رہے تھے راستے میں ہی جبکہ آپ کا سفر پورا بھی نہ ہوا تھا آپ کو حراست میں لے لیا گیا مجبوراً آپ کا یہ سفر بھی پورا نہ ہو سکا اس جگہ سے نظر بند کر کے مولانا محمد علی کو کراچی روانہ کرنے دیا گیا۔ چنانچہ اس تحریک کے بہت سے قیدی کراچی روانہ کئے گئے۔

مقدمہ

کراچی کی عدالت میں مولانا محمد علی پر مقدمہ چلایا گیا آپ نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے کسی قسم کے لفظ استعمال نہیں کئے اور نہ کسی قسم کی کوشش کی۔ چنانچہ آپ پر سنگین سے سنگین جرم عائد کیئے گئے۔ یہ مقدمہ اس بنا پر بھی تھا کہ فوجیوں کو ورغلایا گیا ہے ان کو بغاوت کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ اس مرتبہ مولانا محمد علی پر اور بھی کئی قسم کے سنگین جرموں کے الزام لگائے گئے۔

مولانا محمد علی مرحوم کا یہ تاریخی مقدمہ اپنی نوعیت کا بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے۔ ایک عرصہ تک مولانا محمد علی کی خاموشی قائم رہی۔ جس قسم کے سنگین الزام آپ پر عائد کئے گئے تھے ان تمام کو آپ نے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ سنا۔

عدالت میں شیر اسلام کی گرج

قابل جج صاحب موجود تھے جیوری بھی میٹھی تھی بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔

مولانا محمد علی نے اپنی اس طویل خاموشی کو ایک عرصہ کے بعد توڑا اور کمرۂ عدالت میں ایک شیر ببر کی طرح گرجنے لگے۔ آپ نے کہا۔ اول تو یہ کہ اس عدالت کی تمام جیوری میں ایک بھی مسلمان موجود نہیں ہے جو ایک مسلمان مجرم کی آئینی پوزیشن کو سمجھ سکے۔ دوسرے یہ کہ میں اسوقت جو کہ حکومت اسی کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں جس میں مجرم کو کھڑا کیا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے خود ہی قانون قدرت اور آئین عدالت کو توڑا ہے۔ اس وقت اس جگہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے قانون شکنیوں کے تماشہ کی سی پوزیشن رکھتا ہے۔ مولانا محمد علی نے یہ باتیں کچھ اس قسم کے لہجہ میں ادا کیں کہ خود عمال عدالت عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا ہوگئے آپ کے اس مقدمہ پر غور کیا گیا۔ قابل جج نے آخر میں جیوری کے ساتھ اتفاق کیا اور انھوں نے اپنے فیصلے میں کہہ دیا کہ پولیس کی جانب سے فوجیوں کے ورغلانے کا جو الزام مولانا محمد علی پر لگایا گیا ہے وہ پوری طرح سے بایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔

اس لئے اس الزام سے تو آپ کو بری کیا جاتا ہے لیکن ہاں اتنا ضرور ہوا کہ امن عام پر ضرور اثر پڑا۔ چنانچہ اس کی بنا پر کراچی کی عدالت نے علی برادران کو دو سال کی قید کا حکم سنا دیا۔ اسوقت ہندوستان کے گوشے گوشے سے یہ آواز بلند ہونے لگی :-

بولیں اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دیدو
ساتھ تیرے ہیں شوکت علی بھی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

مولانا محمد علی کی گرفتاری کے سبب بہت سے لوگوں میں بے چینی اور اضطراب کی صورت پیدا ہو گئی وہ محض اس لئے کہ عوام کو مولانا محمد علی سے بے حد لگاؤ اور محبت تھی وہ اپنے محبوب شیدا کو قید سے بچانا چاہتے تھے قید میں مولانا محمد علی کے ہمراہ ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی بھی تھے

قید سے رہائی

دو سال کی قید گزارنے کے بعد ۱۹۲۳ء ماہ اگست میں مولانا محمد علی آزاد کر دیئے۔ قید سے چھوٹنے کے بعد جس طرح دوسرے قیدیوں کو خوشی اور مسرت ہوتی ہے اسی طرح کی خوشی اور مسرت آپ کو بالکل بھی نہیں ہوئی بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں تمام ہندوستان کو قید خانہ خیال کرتا ہوں میرے لئے وہ بھی قید تھی اور یہ بھی ایک قید ہے۔

ہم ہر حال میں یہ بات کہنے کے لئے بالکل ہی پوری طرح تیار ہیں کہ ہندوستان نے مولانا محمد علی جیسا آزادی کا پروانہ عہد حاضرہ میں بہت ہی کم پیدا کیا ہے۔ مولانا محمد علی کی قربانیاں دیگر لیڈران سیاست

کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ اور آپ کے کارہائے نمایاں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں نہ صرف عظیم الشان تھے بلکہ حقیقی معنوں میں آپ کے کارنامے ـــــ آزادی کی جد و جہد کے کارنامے کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

مولانا محمد علی مرحوم کی سیاسی زندگی ہندوستان کے لیئے ایک بہت بڑی قیمت و قدر رکھتی ہے۔ اہل ہند نے ان کی حیات میں بھی ان کی عزت کی ان کو نوازا۔ ان کی شان کو برقرار رکھنے میں کوشاں رہے اور مرنے کے بعد سے آجتک ہندوستان خصوصًا مسلمان آپ کو نہیں بھولے ہیں اور انشاء اللہ اس مرد مجاہد کو شاید ہندوستان کی موجودہ اور آیندہ تاریخ میں کبھی بھی فراموش نہ کیا جا سکے گا۔

غیر معمولی عالم

مولانا محمد علی محض سیاسی لیڈر ہی نہیں تھے بلکہ عالم فضیلت کی دولت سے بھی مالامال تھے بڑے بڑے علما آپ کو عالم و فاضل اور ایک قابل ہستی تسلیم کرتے چلے آئے ہیں ایک زبردست عالم کا سیاسی میدان میں آکر ہندوستان کو بیدار کر دینا ہماری خوش قسمتی اور خوش نصیبی ہے۔ دنیا آپ کے قلم کا لوہا مان چکی تھی۔ اور جو مضامین انگریزی میں آپ کے مختلف اخبار کی زینت بنتے تھے انھوں نے تو مولانا محمد علی کو دور دور کیا بلکہ دنیا بھر میں مشہور کر دیا تھا۔ وہ ایک ممتاز جرنلسٹ کی صورت میں سیاست کے پلیٹ فارم پر آئے۔ ایک طرف تو آپ کی دھواں دھار جوشیلی تقریریں مردہ جسم میں روح ڈال رہی تھیں

دوسری طرف آپ کا زورِ قلب اس اسلامی تحریک کو تقویت پہونچا رہا تھا آپ کی تمام زندگی حتیٰ کہ آخری لمحات زندگی بھی خدمت وطن کی خاطر قربان ہوگئے۔

بدقسمت ہندوستان

کس قدر قابل افسوس یہ بات ہے کہ جس سرزمین سے یہ چھٹکنے والی طوطی پیدا ہوئی اس سے وہی زمین محروم رہی۔ ہندوستان مرنے کے بعد بھی آپ کو اپنے میں جذب نہ کرسکا۔ کاش ہندوستان کی زمین کو اس چیز کا فخر حاصل ہوتا۔ کاش آپ اپنے عزیز ترین وطن دلی میں مدفون کر دیئے جاتے تو کیا اچھا ہوتا لیکن خدا نے خود نہیں چاہا کہ مولانا محمد علی مرحوم جیسے آزاد خیال کی خاک تشہیر ہونے کے لئے ہندوستان بھیجا جائے۔

آخری سفر یورپ جب آپ نے شروع کیا تو صاف کہہ دیا تھا کہ میں انگلستان ہندوستان کی آزادی کے لئے جا رہا ہوں۔ اگر میں آزادی حاصل کرنے میں ناکام رہا تو آئندہ واپس نہ آؤں گا کسی کو اپنا منہ نہ دکھاؤں گا آہ افسوس ایسا ہی ہوا۔ آپ آزادی لینے ایسے گئے کہ پھر وہ واپس ہی نہیں آئے۔ جو کچھ آپ نے کہا تھا وہی کر دکھایا۔

مولانا محمد علی کی تقریروں سے ہندوستان کا جو طبقہ بیدار ہو چکا ہے اب اس کا سونا بالکل ہی محال ہے۔

سوتے ہوئے شیروں کو خواب سے بیدار کر دینا صرف آپ ہی کا کام تھا ورنہ آئے دن تقریریں ہوتی ہیں۔ عوام کو سراہا گیا ہے ہندوستان کی موجودہ

بیداری اس کے حق میں بیحد مفید ثابت ہوگی۔ دوسری قوموں نے بھی اس بات کو بخوبی طرح تسلیم کر لیا ہے کہ مسلمان مذہبی معاملے میں سب سے آگے ہیں وہ کبھی ملت اسلامیہ پر کسی قسم کے حملے کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔
مذہبی معاملات پر ان شیروں نے اپنی زندگی تک قربان کر دی۔ اگر ان کے صرف نام ہی اس کتاب میں درج کئے جائیں تو شاید ایک دوسری کتاب مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ لہٰذا کہنا یہ ہے کہ مولانا محمد علی بھی اسی مذہب کے ایک قابل قدر فرزند اس قوم کے ایک آزاد خیال بہادر سپاہی اسی وطن کے ایک ہونہار سیاسی لیڈر تھے۔

دینی دنیاوی خدمات

آپ دین کی بھی خدمت کرتے تھے اور دنیا کی بھی رہائی کے بعد سے آپ پر مذہبی رنگ امید سے زیادہ چڑھا ہوا نظر آتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ملت اسلامیہ ہر پہلو سے مکمل و اکمل نظر آتی ہے۔ اور اس میں کسی بھی قسم کی کمی محسوس نہیں کی جاتی۔ چنانچہ قارئین کرام کی دلچسپی کی خاطر اور معلومات عامہ کے لئے ــــ اس جگہ ایک مختصر سا مطبوعہ مضمون درج کر دیا گیا ہے تاکہ مولانا مرحوم کی زندگی کے ساتھ ہی مذہبی معلومات سے استفادہ حاصل کیا جا سکے:۔

اسلام کے ذریعے دنیا کی ترقی

جو قومیت مسلمانوں نے پیدا کی ہے صرف ایک ہے دنیا میں اس نمونے

کی قومیت اور کوئی نہیں۔ اسی طرح اس کی ترقی کا ذریعہ بھی صرف وہ ہے جو تجربے میں آچکا ہے اور جس کے سوا کوئی اور راستہ ایسی ترقی کا دنیا نے ایجاد نہیں کیا۔ مدار اس میں بھی قوت پر ہے مگر اسکو پیدا کرنے کے لئے خودکشی کی حاجت نہیں اور اسکو بروئے کار لانے کے لئے نہ چالبازیوں کی ضرورت ہے نہ قوت کو بے جا استعمال کرنے کی۔ وہ قانون جو قومی ترقی کے لئے اسلام نے مدوّن کیا ہے۔ چند دفعات رکھتا ہے۔ آؤ دیکھیں کہ ان میں قوت پیدا کرنے اور اسکو بروئے کار لانے کی کیا سبیل بتائی گئی ہے۔

توحید فی الخشیۃ — کسی ملک میں مسلمان ایک ہو یا چند ہوں اور ان کے سوا دنیا میں اور مسلمان موجود ہوں یا نہ ہوں ان کو ہر حال میں پہلا سبق خدا پر بھروسہ کرنے کا اور ماسوا کی تمام طاقتوں سے بےخوف ہونے کا دیا گیا ہے۔ اس امر کی تاکید قرآن کریم میں بار بار کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی کے عالم میں فرعون کی طاغوتی قوتوں کو دیکھ کر مرعوب ہوتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے:-

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ — موسیٰ مت ڈرو۔ تم ہی غلبہ پاؤ گے

(طٰہٰ پ ۱۶ ع ۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضؓ کے ساتھ سفر کرتے ہیں اور صدیق اکبر رضؓ مخالفین کے ہر طرف منڈلانے سے فکرمند ہوتے ہیں تو حضرت صلعم کی زبان سے فرمایا گیا ہے:-

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (توبہ پ ۱۰) — فکر نہ کرو خدا تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی تمام قوم کو مخالف دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں:-

يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ (یونس پ۱۱ ع ۸)	میرے بھائیو اگر تم کو میرا قیام اور میرا وعظ جو احکام ربانی کی نسبت ہے گراں گزرتا ہے تو سن رکھو مجھے خدا پر توکل ہے تم اپنے شرکا کو یا معبودان باطل کو پکار لو اور جو کرنا ہے وہ تو حد کا چھپا نہ رکھو اور جو چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم دشمن کی شدت و قوت سے خوف زدہ ہوئی ہے تو فرمایا جاتا ہے:۔

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ (یونس پ۱۱ ع ۹)	بھائیو اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو اور اگر اس کے احکام کے آگے گردن جھکائے ہو تو پھر اسی پر بھروسہ رکھو۔

حسن سلوک مسلمان کے فرائض اپنے خدا کی جناب میں اور مخلوق کے ساتھ بتائے گئے ہیں تو حسن سلوک کی تاکید نہایت وضاحت سے کی گئی ہے ارشاد ہے:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ	خدا کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ سمجھو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار ہمسایوں کے اور غیر قوم کے ہمسایوں کے ساتھ اور نیز پہلو

السبیل وما ملکت ایمانکم ان
اللہ لا یحب من کان مختالا
فخورا الذین یبخلون ویامرون
الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتٰھم
اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین
عذابا مھینا والذین ینفقون
اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون
باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن
الشیطان لہ قرینا فساء قرینا ۝

کے ساتھ اور مسافروں اور ماتحتوں کے ساتھ
خدا اترانے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند
نہیں کرتا جو کنجوسی کرتے ہیں اور کنجوسی کی
ترغیب دیتے ہیں اور جو مال خدا نے دیا ہے
اسے مخفی رکھتے ہیں۔ ہم نے کافر کے لئے سخت
عذاب تیار کیا ہے جو مال کو دکھانے کے لئے
خرچ کرتے ہیں اور خدا پر اور آخرت پر ایمان
نہیں رکھتے، اور شیطان جس کا دوست بن جائے
اس نے برا دوست اختیار کیا۔

(نساء ع ۶)

وکذلک جعلنکم امۃ وسطا
لتکونوا شھداء علی الناس و
یکون الرسول علیکم شھیدا

اور اسی طرح ہم نے تم کو سب سے بہتر
قوم بنایا ہے کہ تم لوگوں کے لئے نمونہ
بنو اور رسول (علیہ السلام) تمہارے
لئے نمونہ ہوں۔

(بقرہ پ۲ ع ۱۷)

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان
وایتای ذی القربی وینھی عن الفحشاء
والمنکر والبغی یعظکم لعلکم
تذکرون ۝ واوفوا بعھد
اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا

خدا حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا
اور قرابت والوں سے سلوک کرنے کا اور
منع کرتا ہے بے حیائی سے بدی سے
بغاوت سے۔ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ یاد
رکھو۔ جب خدا سے کوئی عہد کرو تو پورا

الْإِيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا۔ (نحل پ۱۴ ع ۱۳)

کرو۔ اور قسم کھاؤ تو خلاف نہ کرو جبکہ تم نے اُسپر خدا کو گواہ بنایا ہے۔

دوستانہ ترغیب

صلاح و تقویٰ پر کاربند ہونے اور دوسروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ایسی دلکش ہدایتوں کے ساتھ

جو کلام الٰہی اور فرامین رسالت پناہی میں بکثرت مذکور ہیں مسلمانوں پر ایک فریضہ یہ عائد کیا گیا ہے کہ اوروں کو بھی ایسے ہی عقائد و اعمال پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں۔ مگر شرط یہ کی گئی ہے کہ پوری دانائی اور حسن تدبیر کے ساتھ نصیحت کی جائے اور بحث و تکرار پیدا ہو تو سخت کلامی کا جواب نرمی سے دیں تاکہ غصے کی بجائے محبت اور عداوت کی بجائے دوستی پیدا ہو۔ ارشاد ہے

اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (نحل پ۱۴ ع ۱۶)

اپنے پروردگار کے رستے کی طرف دانائی سے اور نیک نصیحت سے بلاؤ اور بحث ایسے طریق سے کرو جو سب سے بہتر ہو۔ تمہارا پروردگار گمراہ ہونیوالوں کو اور ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهٗ وَلِيٌّ

نیک اور بد سلوک برابر نہیں ہوسکتا۔ مدافعت ایسے طریق سے کرو جو سب سے بہتر ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جس سے تمہاری

حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ (حٰم سجدہ پ۲۴ ع ۵)

عداوت ہو گی تمہارے مشفقانہ سلوک سے وہ سرگرم دوست بن جائے گا۔ یہ نیک عادت ہمارے دربار سے اُسی کو ملتی ہے جو بہت خوش قسمت ہے۔

حدود عفو و انتقام

جو لوگ اس طرح پر قریب و بعید اور خویش و بیگانہ کے ساتھ احسان و مروت کے سوا کوئی سلوک نہ کریںگے ضرور ہے کہ دوسروں کو بھی ان سے ہمدردی اور محبت خود بخود پیدا ہونے لگے گی۔ مگر طبیعتیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ احسان و مروت کے باوجود بدسلوکی کرتے ہیں اور تکلیف پہونچاتے ہیں۔ ان تکالیف کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ کوئی تکلیف برداشت کے قابل ہوتی ہے اور کوئی نہیں ہوتی۔ اور برداشت کرنے کے طاقت بھی بعض لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں کم۔ اس کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ سزا دینا چاہو تو جتنی تکلیف اٹھائی ہے اس سے زیادہ ایذا نہ دو اور معاف کر دو تو بہت ہی بہتر ہے۔ ارشاد ہے:-

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (نحل پ۱۴ ع ۱۶)

اگر سزا کا ارادہ ہو تو اسی قدر ستاؤ جتنا ستائے گئے ہو اور صبر کرو تو یہ کام صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ

اور بدی کا بدلہ اتنی ہی بدی ہے اور جو معاف کرے اور صلح کا ڈھنگ ڈالے تو اس کا اجر خدا دے گا۔ وہ ظالموں کو

بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ط اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (شوریٰ پ ۲۵)

پسند نہیں کرتا اور جو ظلم اٹھانے کے بعد بدلے اس پر گناہ نہیں گناہ ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے ہیں اور بے وجہ زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ اور جو مظلوم صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بہت ہی اعلیٰ وصف ہے ◆

عدل و تعاون اور انصاف

بداعمالی سے اور ناجائز خواہشوں سے روکنے اور نصیحت کرنے کی وجہ سے اکثر رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ نصیحت کرنے والوں سے استہزاء کیا جاتا ہے۔ رنج بخوشی میں لغو باتوں پر زور دیا جاتا ہے۔ اس سے بھی تسکین نہیں ہوتی تو علانیہ دشمنی کا اظہار ہونے لگتا ہے اور نکوکاروں کو آزار پہونچائے جاتے ہیں۔ حکم ہے کہ جب تک تم سے ایسی باتیں کرتے رہیں اور دین داروں پر پھبتیاں اڑائیں پاس نہ بیٹھو۔ لغو بکشش شروع کریں تو سلام کہہ کر علیحدہ ہو جاؤ۔ دشمنی کریں تکلیف پہونچائیں۔ جب بھی ان پر کوئی جبر و تعدی نہ کرو اور انصاف کو کبھی نہ چھوڑو ارشاد ہو

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ صلے

تم پر کتاب میں جو حکم نازل فرمایا ہے کہ اگر خدا کی آیات پر سنو کہ انکار اور استہزا کیا جاتا ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ اور گفتگو شروع کریں اگر بیٹھے رہوگے

اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ (نساء پ۵ ع۱۱)

وَاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (فرقان پ۱۹ ع۴)

تو تم بھی ان میں شمار ہوگے (مہربان خدا کی رحمت کے مستحق بندے وہ ہیں کہ) جب جاہل ان سے مخاطب ہوں تو سلام کہہ کر جدا ہو جائیں اور لغو باتوں کو سنیں تو شریفانہ درگزر کریں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (مائدہ پ۶ ع۲)

اے ایمان والو خدا کے خوف سے حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کے گواہ بنے رہو اور کسی قوم کی عداوت تم کو یہ ترغیب نہ دے کہ کوئی بات انصاف کے خلاف کرو انصاف کرو یہی پرہیزگاری کا طریق ہے

مردِ مسلمان کی دعائے صبح

خداوند کرم تیرا اگر ایک بار ہو جائے
تو دریائے الم سے بیڑا اپنا پار ہو جائے

عمل میں جوش دے اور استقامت وارادے میں
یہ میری قوم خفتہ خواب سے بیدار ہو جائے

نگاہِ شوق کہتی ہے یہ نرگس کس گلستاں میں
کہ دیدار جناب احمد مختار ہو جائے

توجہ تیری یارب اس دل ویراں کو کافی ہے
جو ہے داغ جگر دل پر ابھی گلزار ہو جائے

رئیس حریت۔ مجاہد وطن۔ شیر اسلام

سیرت مولانا محمد علیؒ

حصہ دوئم

جسمیں

آپکی آخری زندگی کے ناقابلِ فراموش کارنامے

اختصار کے طور پر عام فہم زبان میں پیش کئے گئے ہیں

کوکناڈہ آل انڈیا نیشنل کانگریس

اور

مولانا محمد علی کی صدارت

ہم بار بار مولانا محمد علی کے متعلق یہ لکھ رہے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ اتحاد کے زبردست حامی تھے اور ہر وقت اسی کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ ہندو مسلم تعاون سے مادر وطن ہند کو فائدہ پہونچا ہے اور یہ دو بڑی قومیں مل کر اپنے قومی وطن کی خاطر صحیح طریق پر سرگرمیوں کا اظہار کرتے رہیں۔ چنانچہ ان دونوں ہندوستانی قوموں میں آپ نے انتہا سے زیادہ درجۂ محبوبیت حاصل کر لیا تھا۔ اس مرتبہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس کوکناڈہ میں منعقد ہوا جس کی صدارت کا ممتاز عہدہ مولانا محمد علی کے سپرد کیا گیا۔ اور آپ نے بخوشی اسے قبول فرمالیا۔

مولانا محمد علی کا خطبۂ صدارت

کوکناڈا آل انڈیا نیشنل کانگریس میں مولانا محمد علی نے ایک کثیر مجمع کے سامنے جو خطبۂ صدارت پڑھا وہ انتہا سے زیادہ طویل ٹھوس۔ پر مغز اور امید سے زیادہ دلچسپ تھا۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں اپنی پوشیدہ

اور چھپی ہوئی خوبیوں کو بھی ہندوستان پر آشکار کر دیا۔ آپ نے آزادی
ہند پر روشنی ڈالی اور آل انڈیا نیشنل کانگریس کی توجہ خاص خاص چیزوں
کی طرف مبذول کر دی۔

مولانا محمد علی کی ذات گرامی سے نہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ کو فائدہ
پہونچا۔ بلکہ آل انڈیا نیشنل کانگریس جو آج ہندوستان کی سب سے بڑی
سیاسی جماعت سمجھی جاتی ہے۔ اس کو بھی بار بار مولانا محمد علی جیسے قابل اور
شمع آزادی کے پروانے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے آپ نے کبھی بھی
اپنے فیضان سے کسی کو محروم نہیں رکھا اور نہ کبھی قومی اثر کے ماتحت بخل
سے کام لیا ہے۔ چنانچہ خطبہ صدارت میں آپ نے سب کچھ کہہ ڈالا جس کے
ذریعے عوام کی نگاہ کے سامنے ترقی کا ایک نیا راستہ نظر آنے لگا۔ آپ کی
پیہم کوششوں کے ذریعے آل انڈیا نیشنل کانگریس کو بھی فائدہ پہونچا
اور اس نے اس سرفروش وطن کو قدر و وقعت کی نظر سے دیکھا۔ اور اس
اسلامی مجاہد حق کو تحسین و آفرین کے گونجتے ہوئے نعروں کے درمیان
آسمان تک پہونچا دیا گیا۔

عہد حاضرہ اور کانگریس

ان دنوں بھی ایک مرد مسلمان موجود [illegible]
نیشنل کانگریس کا صدر [illegible] ہے۔ عوام
جانتے ہیں کہ مولانا ابو الکلام آزاد نے رام گڈھ کانگریس [illegible] اجلاس
میں جو خطبہ صدارت لاکھوں آدمیوں کے سامنے پڑھا [illegible] اس قسم کا
ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے صرف اپنی قومی جماعت کی خدمت کی [illegible] بلکہ وہ

دوسری سیاسی جماعتوں کی خدمت کرکے اپنی دریا دلی کا ثبوت دیتے ہیں
مسلمانوں کو قومی وطنی غدار کہنا یا ان کو دشمن وطن قرار دینا حق و انصاف کی
گردن پر چھری پھیرنا ہے۔ مسلمانوں نے سیاسی میدان میں جس فراخدلی
سے قدم جمائے ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں جس طرح مولانا محمد علی مرحوم نے
سیاسی جد و جہد میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ اسی طرح آج اور مسلمان بھی
سرگرم عمل ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی۔ قوم و وطن کے لئے نہ صرف ضروری
ہے بلکہ امید سے زیادہ مفید بھی ہے۔ رام گڑھ آل انڈیا نیشنل کانگریس
کے خطبۂ صدارت میں آپ نے یہ بات ثابت کر دی کہ آپ آل انڈیا نیشنل
کانگریس کی خدمت کو وطن کی ضرورت سمجھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ نہیں کہا
جا سکتا کہ تمام مسلمان کانگریس سے بیزار ہیں۔ آج بھی بڑے بڑے
علماء اس سیاسی جماعت کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس تحریک کو
آگے بڑھا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر آج ہی ہمارے لیڈر
صاحبان اس سیاسی جماعت سے قطع تعلق کر لیں تو پھر اس جماعت میں
ایک بھی مسلمان نظر نہیں آ سکتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ وہ مخالفت
کے باوجود بھی کانگریس کی ہر ضرورت کے مطابق اس کا ساتھ دیتے رہے
جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مسلمان اپنے وطن کی آزادی کی خاطر
ہر قسم کی خدمت کے لیے تیار ہیں۔ مسلمان ہندوستان کو اتنا ہی عزیز خیال
کرتے ہیں جو جتنا کہ ہندو بھائی ———

ہندوستان کی دو بڑی قوموں کا ہندوستان ہی وطن ہے اور وہ دونوں مشترکہ یا غیر مشترکہ طور پر اس کی فلاح و بہبودی کی خاطر برابر سرگرم عمل رہے ہیں۔

صوبہ دہلی کی یونیٹی کانفرنس اور شیر اسلام مولانا محمد علی مرحوم

مولانا محمد علی مرحوم کے سال صدارت کانگریس کے درمیان ایک مرتبہ پھر آفتاب عالمتاب بن کر اس طرح چمکے کہ دنیا کی آنکھوں میں چکا چوند چھا گئی۔

فسادات کوہاٹ کوہاٹ میں جو دل ہلا دینے والا لرزہ براندام کر دینے والا فساد رونما ہوا اس کے ذریعے گاندھی جی ہی کو ازحد افسوس ہوا۔ وہ حیران اور ششدرہ گئے ان کی پریشانیوں میں اضافہ ہو گیا کیونکہ کوہاٹ کے فسادات ہندو مسلم اتحاد کی راہ میں ایک اس بڑی خلیج کی صورت اختیار کر چکے تھے۔

کہ جس کے پانی کو بڑے سے بڑا سوراخ بھی خشک نہیں کر سکتا تھا
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوہاٹ کے فساد کے سبب تمام کوششیں
بیکار ہونے والی ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کی دھجیاں اڑ جانے والی ہیں
اس کا تمام شیرازہ بکھر جانے والا ہے۔
ہر شخص جب اپنی کوششوں کا خون ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تب
وہ قریب قریب اپنی زندگی سے بھی ناامید ہو جاتا ہے کیونکہ دنیا
محض امید پر قائم ہے اور ہر شخص کا مطمح نظر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے ہر
زندہ رہنے والا انسان کوئی نہ کوئی امید ضرور رکھتا ہے۔ جب گاندھی
جی نے یہ دیکھا کہ یہ فساد ضرور خطرناک صورت اختیار کرنے والا ہے
تب آپ اپنی زندگی سے بھی ناامید ہو گئے۔

گاندھی اور مولانا محمد علی

اُس دن سے جبکہ حیران کر دینے والا کوہاٹ کا فساد رونما ہوا اس
وقت گاندھی جی مولانا محمد علی کے مکان پر دہلی میں آ گئے۔ اس فساد
کی چنگاریاں بھڑک بھڑک کر امید سے زیادہ بلند ہو رہی تھیں۔ ہر لیڈر
حیران اور پریشان تھا۔ گاندھی جی بھی خاموش تھے۔ اس وقت
جبکہ گاندھی جی دہلی میں مولانا محمد علی کے مکان پر رونق افروز تھے آپ نے
۲۱ روز کا زندگی کو ختم کر دینے والا برت رکھ لیا جس نے مولانا محمد علی کو
توڑ دیا آپ نہایت ہی رحم دل اور رقیق القلب انسان تھے آپ
کی طبیعت میں رحمدلی اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ نے

گاندھی جی کی یہ حالت دیکھی نہیں گئی۔ ایک سیاسی لیڈر کی موت کو دیکھنا گوارا کر سکتا تھا۔

آپ نے متعدد مرتبہ گاندھی جی سے برت توڑ دینے کے لئے کہا۔ کئی مرتبہ سمجھایا بھی اور کئی مرتبہ سختی کے ساتھ بھی کہا۔ لیکن آپ کی یہ تمام کوشش بالکل بیکار ثابت ہوئیں۔

جب مولانا محمد علی نے یہ دیکھا تو آپ نے اپنے معبود حقیقی کی درگاہ میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے اور اپنا خاص دامن اس کریم و رحیم کے سامنے پھیلا دیا اُس سے دعا کی التجا کی۔ گڑگڑائے۔ ہر قسم کے واسطے دلائے چنانچہ آپ کی دعا قبول ہو گئی اور گاندھی جی کی زندگی بچ گئی۔ کوہاٹ کے فساد کے وہ شعلے جو تمام ہندوستان کو کرۂ جہنم بنا دینے والے تھے۔ سرد پڑ گئے مولانا محمد علی نے اطمینان حاصل کرنے کے بعد خداوند تعالیٰ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اِس سے قبل کہ ہم مولٰنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے متعلق کچھ
ان کے اور حالات لکھیں بہتر یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک خط جو
آپ نے کراچی جیل سے اپنی محترمہ والدہ صاحبہ کے نام لکھا تھا
نقل کر دیا جائے۔

ایک پھٹی پرزہ یک جزی کتاب میں سے اس خط کو لفظ بلفظ نقل کر کے
مولانا محمد علی کے سفر کے متعلق دلچسپی کے طور پر ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔
اس خط کے ذریعہ ہر کس و ناکس نہایت ہی آسانی کے ساتھ اس بات کا
اندازہ لگا سکے گا کہ مولانا کی زندگی ہی میں عوام آپ سے کس قدر محبت اور
انسیت رکھتے تھے۔ اتحاد کی خاطر جو کچھ آپ نے قربانیاں دی تھیں ان کا
یہ نتیجہ نکلا کہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی قومیں آپ کو عزت اور وقعت
کی نگاہ سے دیکھتی رہیں۔

مولانا محمد علی کا خط "بی اماں" کے نام

۱۷ محرم الحرام　　　　جیل خانہ کراچی
مطابق ۲۰ ستمبر　　　　وقت ۸ ۱/۲ بجے صبح

پیاری لیوا! خداوند کریم آپ کو زندہ و سلامت رکھے اور تمام دلی مراد بر لائے آمین
۱۷ ستمبر کی صبح کو ۴ بجے جیلر آئے اور کہا کہ آپ تیار ہو جائیے آپکو کسی دوسری
جگہ لیجائیں گے۔ میں پہلے ہی یہ سمجھ رہا تھا۔ کوٹھڑی کا دروازہ کھلوا کر وضو
وغیرہ کیا۔ اور نماز فجر ادا کی پھر بستر پر لیٹا کوئی سوا پانچ بجے جیل کے دروازہ
پر جیلر کے دفتر میں لایا گیا۔ وہاں ضلع کا مجسٹریٹ گھنسن نامی ڈپٹی انسپکٹر
جنرل ریلوے خفیہ پولیس کھنگم نامی۔ اور سپرنٹنڈنٹ جیل میجر ہال گیٹ نامی
موجود تھے۔ مجسٹریٹ نے مجھ سے کہا کہ اب تم پر ایک مستقل جرم کا الزام لگایا
گیا ہے اس لیئے میں ضمانت طلبی کی کارروائی بند کئے دیتا ہوں۔ میں نے کہا

کہ یہ طریقہ تو غالباً صحیح نہیں ہے قانون میں صاف صریح ہے کہ ملزم کی حاضری کے بعد تفتیش شروع کر دی جائے۔ بند کرنے کا اختیار آپ کو نہیں ہے اگر ہو تو قانون کا حوالہ دیجئے۔ حوالہ تو نہ دے سکا مگر کہا کہ میں اپنے اختیار سے اب یہ تمام کارروائی بند کرتا ہوں۔ اسپر میں نے کہا کہ مجھے آپ کے ضلع میں نہ پہلے کبھی تھا نہ اب رہنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مدراس جا رہا تھا راستہ میں سے آپ نے روک لیا۔ اور وجہ یہ بتائی کہ تم یہاں فتنہ و فساد برپا کر دوگے حالانکہ میں چند منٹ ہی بعد اپنی گاڑی میں سوار ہو کر مدراس جانے کو تھا۔ اس الزام کی بنا پر بھی مجھ پر سمن نکالا جانا چاہیئے تھا۔ مگر آپ نے اس بہانہ سے وارنٹ جاری کیا کہ اگر میں گرفتار نہ کیا جاتا تو مجھے فتنہ و فساد سے باز رکھنے کی کوئی اور تدبیر نہ تھی۔ اور اب آپ یہ تمام کارروائی کالعدم کئے دیتے ہیں نہ مچلکے مانگتے ہیں نہ جیل بھیجتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ جانتے تھے کہ نہ میں آپ کے ضلع میں رہنا چاہتا تھا نہ فساد برپا کرنے کی نیت رکھتا تھا نہ اس سے پہلے کبھی اور فساد برپا کر چکا تھا نہ اس کی اسوقت فرصت ہی تھی۔ لیکن آپ کی گورنمنٹ چاہتی تھی کہ میں گرفتار کر لیا جاؤں کیونکہ میرے لئے کراچی سے وارنٹ نکل چکا تھا مگر اب تک وہ الیٹر نہ پہونچا تھا۔ بلا اس وارنٹ کے میں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس کے آنے تک یہ بہانہ ڈھونڈا گیا کہ میں فساد برپا کرنے والا تھا۔ اور اسکی روک تھام بلا میری گرفتاری کے ناممکن تھی اسلئے گرفتاری کا وارنٹ آپ نے نکالا۔ اور بلا مچلکے لینے کی نیت کے مچلکے طلب کئے ہیں ایک حرف بھی تلخ و ترش کہنا نہیں چاہتا تھا مگر آپ خود غور کیجئے کہ آپ

ضلع کے مجسٹریٹ ہیں نہایت اہم اور فوری ضرورت کے اور بالکل ایک دوسری غرض سے آپ نے مجھے گرفتار کر لیا۔ آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ اس قانون کے محافظ ہیں اور لوگوں کو قانون شکنی کی سزا دینا آپ کا منصب ہے اور پھر آپ خود ہی اس قانون کو توڑتے ہیں میں نے اپنے مشیر قانونی مسٹر سندر راؤ سکرٹری کانگریس سے ملنا چاہا مگر اول تو کہا کہ وہ کیسے مشیر قانونی ہو سکتے ہیں انھوں نے تو وکالت کانگریس کے حکم سے چھوڑ دی میں نے کہا کہ آپ سے تو ۱۴ر ستمبر ہی کو کہہ چکا ہوں کہ آپ کی عدالت میں مقدمہ کی پیروی کرنا ہمارا شیوہ اور چلن نہیں ہے لیکن قانونی مشورہ میں جس شخص سے لینا چاہوں اس سے لینے کا مجاز ہوں اور وکالت کرنے والے وکیل کی ضرورت نہیں۔ میں نے خود تو کبھی بھی وکالت نہیں کی لیکن کچھ نہ کچھ صلاحیت تو قانونی مشورہ دینے کی میں بھی رکھتا ہوں اور بارہا میں نے لوگوں کو قانونی مشورہ دیا ہے۔ اسپر جواب دیا کہ وقت نہیں ہے تمہاری گاڑی یہاں سے ۸ بجے روانہ ہو جائے گی۔ محمد حسین سے بھی ملنے کی اور اسکو کراچی آنے کی ہدایت دینے کی اجازت نہیں دی۔ یہ سب تو اتمام حجت تھا ورنہ میرا وکیل خدا اور میری خدمت کے لئے اسکے دیئے ہوئے ہاتھ پاؤں کافی ہیں۔

میرے کاغذات جو کپڑوں کے صندوق میں تھے ہمراہ بھیج دیئے گئے ہیں یہاں آکر میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ امجدی کے نام لنگر خانہ کے پتہ سے مالیگاؤں بھیج دیئے جائیں چونکہ معمولی کاغذات متفرق محمد حسین کے بھرے ہوئے ہیں یا

خلافت و سوراج فنڈ کی رسیدیں اور ان کا حساب و کتاب ہے۔ اِس لئے خیال تو نہیں ہے کہ کسی کو ان کے واپس کرنے کا حکم نہیں ہے۔ دوسرے دن ان کے روکنے کا کوئی قاعدہ بھی نہیں ہے تاہم میں نے لکھ دیا ہے کہ اگر دیکھ لیے جائیں تو مجھے عذر نہیں۔ فہرست بھی بنوا دی ہے کوئی پچاس کاغذات ہیں وہ ابھی تو رکھوا لیجئے گا۔ امجدی یا منظم کو دلوا دیجئے گا۔ موٹر میں سوار ہو کر میں کوئی ۲ بجے اسٹیشن پر آیا۔ چند لوگ جن کو بھنک پہونچ گئی تھی دور دور پر کھڑے تھے۔ ان میں جامعہ ملیہ علی گڈھ کے بھی میرے دو شاگرد عبدالحکیم و عبدالقیوم دو پنجابی بھائی تھے۔ فی امان اللہ کہتا ہوا رخصت ہوا۔ انھوں نے نصرٌ من اللہ و فتح قریب کا نعرہ بلند کیا۔ اسپیشل میں دو کمرے فرسٹ کلاس کے تھے اور گاڑی تیسرے درجہ کی تھی ایک فرسٹ میں میں اور انگریز انسپکٹر مسلح پولیس اور اس کا سارجنٹ اور ایک مسلح کانسٹیبل اور دوسری میں ایک اور مسلح کانسٹیبل اور پونہ کا انسپکٹر آرکنکر جو کراچی کا وارنٹ لایا تھا اور ریلوے کے اسسٹنٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کپتان کرلیش تھے۔ یہ آخرالذکر شوکت کے رائے بریلی کے شناسا نکلے راستہ بھر باتیں ہوتی رہیں بے حد شریف اور خلیق انسان تھے میرے پیر میں ایک چھالے کا ذرا سا زخم ہو کر اچھا ہو گیا تھا مگر جیل میں دوا نہ لگنے سے پھر ہرا ہو چلا تھا۔ آخر دن وہاں کے ڈاکٹر نے صاف کر کے پٹی باندھ دی تھی۔ خود ہی اسکو دیکھ کر کھروا اسٹیشن روڈ کو تار دیا جہاں اس کا صدر مقام تھا اور ڈاکٹر کو بلا کر زخم کو صاف کرا کے پٹی بندھوا دی اور کئی پٹیاں وغیرہ ساتھ کرا دیں۔ اللہ کے

بندے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کھروارو ڈپر کپتان کرلیش اتر گئے وہاں سے گومو تک
بہار کے ریلوے پولیس کے سپرنٹنڈنٹ کا ساتھ ہوا۔ بیچارہ گھبرایا ہوا تھا کیونکہ ہر
اسٹیشن پر ریلوے ہی کے ملازموں کا کچھ ہجوم تھا اور وہ اللہ اکبر کے بند ماترم
اور گاندھی اور ہم دونوں کی جے پکار رہے تھے۔ گھبرا کر پولیس والوں کو جو ساتھ
کے تیسرے درجہ کی گاڑی میں تھے اور ہر اسٹیشن پر اتر کر پہرہ دیتے تھے۔
سنگین چڑھانے کا حکم دیا۔ گاڑی کے پٹ بھی بند کرا دیئے اور اس طرح
بوکھلا کر گاڑی کو چلوا دیا کہ دو کانسٹبل اور ایک ہیڈ کانسٹبل بیچارے اسٹیشن
پر ہی چھوٹ گئے۔ ساتھ جو انگریز پولیس والے تھے اول تو وہ سمجھے کہ
گاڑی شنٹ کر رہی ہے لیکن جب ایک دو میل سے زیادہ چلی گئی تو گھبرا کر
انھوں نے زنجیر کھینچکر گاڑی روکی جب سپرنٹنڈنٹ آیا تو ان پر الٹا جلایا
کہ میری بلا اجازت گاڑی کیوں روکی بیچارے اجازت کس طرح لیتے سپرنٹنڈنٹ
صاحب تو علیحدہ گاڑی میں تشریف رکھتے تھے پھر کہا کہ تمنے بڑا غضب کیا کہ
اسجگہ روک لیا یہاں تو ریلوے فیکٹری ہے تیس ہزار مسلمان رہتے ہیں لیکن
تیس ہزار مسلمان اطمینان سے فیکٹری ہی میں رہے تین چار جو باہر آئے السلام علیکم
کر کے چپ چاپ بیٹھ گئے اور جب وہ سپاہی جو چھوٹ گئے تھے ہانپتے ہوئے
بلکہ گرتے پڑتے اور پریشان حال واپس آئے تو فی امان اللہ کہہ کر ان غریب
مسلمانوں نے مجھے رخصت کیا گومو علی الصباح پہونچے۔ وہاں سے دوسرے
شخص کا ساتھ ہوا۔ گیا سہسرام وغیرہ سے ہوتے ہوئے مظفرپور آنے
وہاں بہار کا دوسرا سپرنٹنڈنٹ بھی رہ گیا اور آگے جا کر یا شاید وہیں ممالک متحدہ

کا پولس سپرنٹنڈنٹ ساتھ ہوا ایل کے بڑے افسر کی گاڑی ساتھ تھی الیسٹ انڈین ریلوے کا افسر گومو سے دہلی تک آیا۔ ہر جگہ کھانے کا تار ریفرشمنٹ روم کو پہلے سے دیدیا جاتا تھا۔ اور اس کی تاکید ہوتی تھی کہ چربی کا پکا ہوا نہو بلکہ گھی یا مکھن کا ہوتا کہ سور کی چربی سے محفوظ رہ سکوں ہر وقت کی نماز کسی نہ کسی اسٹیشن پر اتر کر پڑھی مگر ممالک متحدہ سے یہ طریقہ شروع ہوا کہ گاڑی کسی بڑے اسٹیشن پر نہ ٹھیری۔ چنانچہ الہ آباد۔ کانپور علیگڈھ دہلی اور اسی طرح سندھ میں حیدرآباد وغیرہ مقامات سے یا تو ایک اسٹیشن ادھر انجن پانی پی لیتا تھا یا ایک اسٹیشن ادھر بقول شاعر ع

"دلی سے بچتے ہوئے دور دور ہم آئے"

اسپیشل کی اطلاع کسی کو نہ تھی۔ تاہم ریلوے والے چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں پر واقف ہو گئے یوں تو خدا کے کرم سے اور ہندوستانی بھائیوں کی محبت کے باعث ہم پر ہزنوں پھول برسائے جا چکے ہیں مگر ممالک متحدہ کے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر جہاں گاڑی رکی بھی نہیں اسٹیشن ماسٹر اور کلرک ہرے جھنڈے دکھانے کھڑے تھے۔ جب ہیری گاڑی سامنے آئی تو ایک نے جھنڈی کے نیچے سے پھول نکال کر اچھالے۔ عمر بھر یہ پھول یاد رہیں گے جہاں کہیں بھی گاڑی پہونچتی تھی مجھے دیکھ کر تھوڑے بہت آدمی جمع ہو جاتے تھے گرمجوشی کے ساتھ رخصت کرتے تھے۔ پنجاب کے ایک اسٹیشن پر ایک ہندو بھائی نے جو ریل کے ملازم تھے اصرار سے دودھ پلایا۔ دودھ پیکر میں اپنا کٹورہ دھو رہا تھا کہ ایک مسلمان بھائی نے جو وہیں کھڑے تھے

کٹورہ ہاتھ سے لے لیا میں سمجھا کہ وہ خود یہ خدمت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ
نوش بنا کر پی گئے۔ اکثر جگہ ریفریشمنٹ کے خانساماؤں نے بڑی محبت
سے کھانا کھلایا ایک جگہ تو میرے چاول کھانے سے عذر کرنے پر خانساماں
گھر سے جلد جلد چپاتیاں پکا لایا۔ غازی آباد پر مدارس کی پولیس کے لوگ
اتر گئے اور چلتے وقت بڑی محبت سے سب نے رخصت کیا۔ انگریز انسپکٹر
اور سارجنٹ بھی بھلے لوگ تھے۔ غازی آباد پر دہلی پولیس کا ایک انگریز انسپکٹر
اور ایک سارجنٹ اور مسلح سپاہی ساتھ ہوئے اور وہی یہاں تک آئے
ان کے ساتھ بھی اچھی کٹی اور رخصت کے وقت سب نے بڑی محبت سے
رخصت کیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔
تمام راستہ اچھی طرح کٹا۔ دہلی سے بھٹنڈا اور بھٹنڈا سے سماسٹہ اور وہاں سے
کراچی یہ راستہ رہا۔ اکثر حصہ اجڑا اور غیر آباد ہے۔ سماسٹہ سے نکل کر سارے
راستہ میں پہلے اور آخری شناسا کی صورت ایک اسٹیشن پر نظر آئی یہ بھی یہاں
جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ایک شاگرد تھا جو مبلغ کا کام کر رہا تھا۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ
وَفَتْحٌ قَرِيبٌ کہہ کر اس غریب نے بھی رخصت کیا۔ بیشک أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ
راستہ میں خوب فرصت تھی اور جیل میں بھی سورۂ اعراف تک تلاوت ہو گئی ہے اب
حفظ کا پھر موقعہ ملا ہے۔ سارے راستہ درود شریف کی تسبیحاں پڑھتا اور یہ شعر
دہراتا ہوا آیا ہوں ؎

صبا تو جا کے یہ کہیو مرے سلام کے بعد | تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

محمد اسمٰعیل الٰہی ربانی (امت والا) کی یاد میں مست ہوں جس کے لئے قرآن

میں آیا ہے "عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم" (دشوار گذرتا ہے اسپر جو تم کو تکلیف دہ ہو تمہاری بہتری کی اسکو حرص ہے اور مومنوں پر مہربانی اور رحم کرنے والا ہے) بس خدا کے نام کے بعد اس نام کی رٹ ہے اور ع

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اللہ سے دعا ہے کہ اسکے نام پر اگر اس گنہ گار کو نام عطا ہوا ہے تو اس نام کی لاج رکھے اور صبر و استقلال عطا فرمائے۔

اب رخصت ہوتا ہوں۔ آج صرف یہی خط لکھا ہے نہ معلوم فرصت بھی ملتی ہے یا نہیں اس لئے اجدی کو مولانا عبدالباری صاحب اور سب عزیزوں اور دوستوں کے دیکھنے کے لئے بھجوا دیجیگا یا اس کی نقلیں کرا کے بھجوا دیجیگا۔ قمر صاحب کو پیار۔ منی بانی بی کو پیار اور سب بچوں کو پیار سب کو سلام دعا۔ شوکت۔ کچلو وغیرہ سے نہ معلوم کب ملاقات ہو۔ والنیٹر سے ۷۲۵۲ میل کا سفر پورے تین دن رات میں ختم کر کے یہاں پہونچا ہوں۔

گاندھی اور مولانا محمد علی

گاندھی جی جو ان دنوں ہندوستان کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر میں شمار کئے جا رہے ہیں۔ مولانا محمد علی کے زمانے میں ان کے دوست اور ہمخیال تھے ان دو بڑی سیاسی ہستیوں نے ایک عرصہ تک مشترکہ طور پر عزیز وطن ہند کی خاطر بہت زیادہ کام کیا خصوصاً خلافت کے زمانے میں تو بہت ہی گاڑھی چھنی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ان دنوں کانگریس کی جانب سے جو جلسہ منعقد ہوتا تھا
اس میں بے شمار مسلمان شرکت کیا کرتے تھے اور جو مسلمانوں کی جانب سے جلسہ
ہوا کرتا تھا اس میں لاتعداد ہندو بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ مولانا محمد علی اور
گاندھی جی ایک عرصے تک ساتھ ساتھ بھی رہے ہیں۔ اگر آج بھی لیڈران
ہند میں اتحاد قائم ہو جائے تو یہ تمام جھگڑے ختم ہو جائیں لیکن اس فضا میں
لیگ اور کانگریس دونوں بڑی سیاسی جماعتوں میں ایک بہت بڑا
سیاسی اختلاف ہے یہ بھی وہ وجہ ہے کہ ان دنوں اتحاد کا نام تک بھی نہیں
سنا جاتا۔ ورنہ —— اس سے قبل اتحاد کی آواز ہندوستان کے ہر
گوشے میں موجود تھی۔

کراچی جیل سے دیگر خطوط

مولانا محمد علی مرحوم رح نے کراچی جیل سے صرف اپنی والدہ ہی کے
پاس خط نہیں لکھا تھا بلکہ آپ نے اور آپ کے بڑے بھائی مولانا
شوکت علی نے بھی جیل سے متعدد خطوط اپنے مشتاقین کے نام روانہ کئے۔
اس کتاب میں چونکہ ان خطوط کو جگہ دینے کی گنجائش باقی نہیں ہے
اس لیئے ان کو درج کرنا مناسب نہیں خیال کرتے۔

کراچی جیل سے مولانا محمد علی نے مسٹر نہرو کے نام اور گاندھی جی کے
نام بھی خط لکھے۔ اس کے ساتھ مقدمہ کراچی کی بابت بھی بہت کچھ آپ نے

لکھا۔ آپ نے سیاسی میدان میں اپنی قابلیت اور قربانی و سرفروشی کے وہ جوہر دکھائے جو ابھی عوام کو یاد ہیں۔

ترکی کی پریشانی

جنگ عظیم کے اختتام پر جرمنی قوم کو زبردست شکست اٹھانا پڑی جس کے سبب ترکوں کو بھی ہار ماننا پڑی۔

جرمنی کی اس شکست فاش نے ترکوں کے سروں پر مصیبت کا ایک بہت بڑا پہاڑ گرا دیا۔

یونانیوں نے سمرنا اور دیگر علاقوں یا ترکی علاقوں پر قبضہ کرنے کی خاطر جس محشر ستان کا ثبوت پیش کیا تاریخ میں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ اگر ترکی میں فوری انقلاب نہ پیدا ہو جاتا تو شاید آج جمہوریہ ترکیہ اپنے قدموں پر نہ کھڑی ہو سکتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ خدا کو ابھی ترکوں کی عزت رکھنا منظور ہے اس لئے ترکوں کی ایک بڑی تعداد غازی مصطفیٰ کمال پاشاہ کی قیادت میں کام کرنے کے لئے ہو گئی۔

ادھر تو برابر یونانیوں کے مظالم میں اضافہ ہوتا چلا گیا ادھر انقلاب کے شعلے برابر بھڑک بھڑک کر بلند ہونے لگے لیکن یہ زمانہ ترکی ہی کے لئے ازحد خطرناک تھا اور ان کو اپنی آزادی کی مقبولیت کی خاطر دشوار گذار مرحلے سے گزرنا پڑا۔

ترکان احرار اور مولانا محمد علی

مولانا محمد علی ترکان احرار کے ہمدرد تھے ان سے آپ کو دلی ہمدردی تھی اور ان کی آزادی کے خواہاں تھے۔

آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعہ عوام کے دلوں میں ترکوں کی ہمدردی و محبت پیدا کر دی تھی۔ ہندوستانی مسلمانوں کا بچہ بچہ ترکوں کو اپنا ہم مذہب ہونے کے خیال سے دوست سمجھ چکا تھا۔ ایک مسلمان کب اپنے بھائی کو پریشانی میں دیکھکر بیتاب نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کے دلوں میں ترکوں کی زیادہ محبت پیدا کرنا مولانا محمد علی کا کام تھا۔

خلیفہ ترکی کی معزولی } اچانک ترکان احرار نے سلطان کو عہدۂ خلافت سے مجبوراً معزول کر دیا۔

یہ خبر جونہی ہندوستان میں پہونچی لوگ حیرت زدہ رہ گئے وہ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا۔

اسوقت مولانا محمد علی کی زبان سے بے اختیار صدر جمہوریہ اتاترک مصطفےٰ کمال پاشا کی شان میں یہ الفاظ نکل گئے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مصطفےٰ کمال سب سے بڑے ترک لیکن سب سے چھوٹے مسلمان ہیں۔

ضرورت کو پورا کرنا بھی فرض ہے } اگرچہ ترکان احرار نے خلافت کو توڑ دیا تھا

لیکن اسوقت ان کو اس چیز کی اشد ضرورت تھی۔ ان کی بقا اور آیندہ زندگی کی ترقی اسی پر منحصر تھی انھوں نے اس چیز کو ضروری خیال کیا۔ اس لیئے ایسا کر دیا۔ اور ترکی کے اس انقلاب نے دشمنوں کی آنکھیں کھول دیں۔ وہ حیران رہ گئے کہ اتنی قلیل سی مدت میں یہ کیا ہو گا۔

ترکان احرار جو آزادی کے شیدا اور فریفتہ تھے انھوں نے اس انقلاب کو اپنی زندگی سمجھا اور اتا ترک مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنا قائد اعظم تسلیم کر لیا۔ چنانچہ مرتے دم تک اس اسلامی شیر نے اپنی قوم اور اپنے وطن کی خدمت کی۔ ترک اتا ترک کو اپنا باپ سمجھتے تھے۔

رئیس الاحرار آج بھی مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو رئیس الاحرار کے ممتاز نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ابھی نہ معلوم کتنے عرصے تک مولانا محمد علی کا نام نامی اور اسم گرامی اس چمکتی ہوئی دنیا میں چمکتا رہے آپ نے عزت اور شہرت اپنے بڑے بھائی مولانا شوکت علی سے بھی زیادہ حاصل کر لی تھی آپ کی علمی قابلیت ان سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ دنیا اس بات کو تسلیم کر چکی ہے۔ علاوہ ازیں ان کے شاندار کارنامے ان کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا موجب بنے۔

مولانا جوہر کی شاعری مولانا محمد علی صرف نثر ہی میں مضامین لکھنا نہیں جانتے تھے بلکہ آپ کے بلند پایہ اور ممتاز شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص جوہر تھا۔ آپ کے کلام میں درد اور بے چینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان سے آپکی زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے اور صاف پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد علی نے اپنی زندگی کے ادوار میں کس قسم کے مصائب برداشت کئے۔ آپ کی شاعری عام شاعروں سے بالکل ہی مختلف اور جداگانہ تھی۔ ان میں ترکیب ہم معنی کا فرشتہ تھا جذبات جوہر میں آپ کی بہت سی نایاب

نظمیں موجود ہیں۔ انشاء اللہ اس کتاب کے آئندہ اڈیشن میں ہم آپ کے کلام کو بھی
راج کرنے کی کوشش کرینگے تاکہ وہ اور بھی سونے پر سہاگے کا کام دے۔

مولانا نے نظموں میں بہت کچھ اپنی نسبت بھی کہا ہے۔ آپ اپنے گزرے
ہوئے واقعہ کو بے ساختہ شعر میں ادا کر جایا کرتے تھے آپ کا کلام اتنا
آسان اور سادہ تھا کہ جس کو ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی آسانی کے ساتھ
سمجھ سکتا ہے۔

مشتاقان محمد علی نے آپ کی نظموں اور شاعری کو بھی بیحد پسند فرمایا اور
جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو اپنے دل پر نقش کر لیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کے
نام کے بعد لفظ "جوہر" بھی لگا ہوا ہے آپ نے اکثر کتابوں میں مولانا
محمد علی جوہر لکھا ہوا دیکھا ہوگا جوہر آپ کا پیارا تخلص ہے۔ اس میں کلام نہیں
کہ مولانا محمد علی میں وہ جوہر موجود تھے جو موجودہ شاعروں میں بالکل بھی
نظر نہیں آتے۔ علاوہ اس قسم کے جوہروں سے محروم ہیں۔ ایک شاعر
ہونے کے بسبب مولانا محمد علی اپنے مضمون کو اور بھی عجیب اور دلکش
بنا دینے میں کافی ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کا کوئی مضمون کسی جگہ بھی تشنہ نظر
نہ آتا تھا۔

مسلمانوں سے

اے غیور اور نیک مسلمانو۔ آپ کے سر پر سے اگرچہ مولانا محمد علی اور مولانا
کے بھائی حقیقی مولانا شوکت علی کا سایہ اٹھ گیا ہے [illegible]
ہم کو دکھایا اعتقادہ اس وقت بھی یاد ہے کے سلسلہ [illegible]

خوابیدہ تھے۔ انھوں نے ہم کو اپنی گرجدار آوازوں سے بیدار کر دیا ہے انھوں نے ہمیں خواب سے جگا دیا ہے۔ ہم جاگ اٹھے ہیں۔ ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں ہم نے انگڑائیاں لے لی ہیں۔ ہم نے اپنا سود و زیان دیکھ لیا ہے۔ ہم نے ہر بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ قومی ترقی اور وطنی فلاح۔ ملی بہبودی کی منزل ہماری نگاہ کے سامنے ہے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن ہم اب بھی سرگرم عمل نہیں ہم اب بھی ساکت ہیں متحرک نہیں۔ ہم اب بھی بکھرے ہوئے ہیں متحد نہیں۔ ہم اب بھی کمزور ہیں طاقت ور نہیں۔ ہم اب بھی سب سے پیچھے ہیں آگے نہیں ہیں۔ اے مسلمانوں کیا اس شیر اسلام کی تمام محنت کو خاک میں ملا دیا ان کی پاک اور مقدس زندگی کی عظیم قربانی کا صلہ ہے کیا آپ لوگ اسی میں خوش ہیں کہ ان کی روح بے قرار رہے۔ کیا انھوں نے اسی خاطر خود کو وطن کے لیئے قربان کر دیا تھا۔ وہ مرد مجاہد اتحاد اتحاد آزادی۔ آزادی۔ پکارتا ہوا اس دنیا سے چلا گیا۔ اٹھو اور متحد ہو جاؤ۔ اپنے اس نفاق کو مٹا ڈالو اتحاد کی زنجیروں میں جکڑ جاؤ۔ ان کی دکھائی ہوئی راہ کو غنیمت خیال کرو۔ آپس کے جھگڑے نفاق کی آگ۔ تعصب کا خمیازہ مستقبل قریب میں قوموں کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ آہ مردِ مسلمان کی یہ شان نہیں تھی۔ اگر آپ اپنی شان دیکھنا چاہتے ہیں تو قرونِ اولیٰ کی تاریخ اٹھا کر دیکھو حکومت عثمانیہ کے عہد کے کارنامے اٹھا کر دیکھو سلطان صلاح الدین ایوبی کی کہانی پڑھو۔ خالد بن ولید کا جوشِ جہاد کی بابت غور کرو۔

وہ بھی مسلمان تھے اور ایک ہم بھی مسلمان ہیں وہ بھی اس رسول کی امت تھے اور ہم بھی اس رسول کی امت ہیں۔ وہ بھی ایک خدا کے پرستار تھے اور آج ہم بھی ایک خدا کے پرستار ہیں۔ وہ بھی انسان تھے اور ایک ہم بھی انسان ہیں — آہ — لیکن ہم میں نہ وہ پہلی سی شان باقی ہے نہ وہ پہلی سی آن باقی ہے نہ وہ دعوے ہیں اور نہ وہ جذبات ہیں نہ وہ خودداری ہے۔ نہ وہ غیرت قومی ہے نہ وہ جوش ہے اور نہ وہ اتحاد نہ ہمدردی ہے۔ آہ افسوس ——— افسوس۔

سُن اے مردِ مسلماں سُن

اے مسلمان اے شہنشاہ دو عالم کے غلام
نام تیرا صفحۂ ہستی پہ ہے اک نقش دوام

یہ تیری عبادت یہ تسلیم یہ نماز
بارک اللہ لے ضیا جو خدا سے بے نیاز

تیری پیشانی کے ہر خط سے عیاں نقش سجود
ہاتھ میں تسبیح رزاں اور ہونٹوں پہ درود

دیکھ اپنے نور پر بھی کس قدر ظلمت میں ہے
ان کی سیرت پر نظر کر جن کی قرأت میں ہے

غایت دنیا سمجھ اللہ کی آیات دیکھ
غور سے تاریخ پڑھ اور منظر غزوات دیکھ

حجرۂ نبوی میں آ اور درس مساوات دیکھ
غزوۂ خندق میں ان کی شان مزدوری بھی دیکھ

سجدۂ حق کے لیے شان جبیں سائی بھی دیکھ
بدر کے میدان میں ان کی رزم آرائی بھی دیکھ

باطل و حق کا احد میں حشر زا منظر بھی دیکھ
چہرۂ پر نور کو ان کے لہو میں تر بھی دیکھ

کفر اور اسلام کی طائف میں آویزش بھی دیکھ
پتھروں کی ان پہ پیہم بے دھڑک بارش بھی دیکھ

کھل گیا اب تجھ پہ راز اتباع مصطفےٰ
اب تو سمجھا کہ تیرا فرض ہے دنیا میں کیا

پھول یہ واللہ جبر و ظلم کا اک اک شرار — موت کیا ہے زندگی کا ایک جام خوشگوار
دیکھو ہو جائے نہ رسوا عظمتِ دینِ مبیں — غیر کے در پہ نہ جھک جائے کہیں تیری جبیں
ہر پرستار خدا آزاد ہے آزاد ہے — حریت اسلام کی بنیاد ہے بنیاد ہے
پھر زمانہ منتظر ہے امن کے پیغام کا — پھر تحفظ کر خدارا حرمت اسلام کا

سبزۂ خوابیدہ وہ انگڑائیاں لیکر اٹھا — صبح ہونے کو ہے ہٹ کر غفلتیں بستر اٹھا
منتظر ہے بحر کشتی ڈال دے لنگر اٹھا — شادمانی منتظر ہے اٹھ کماں سر اٹھا
دیکھ رحمت کی گھٹائیں ماہی بے آب ہیں — تیری کھیتی پر برسنے کے لیے بیتاب ہیں

زوال غازی امیر امان اللہ خاں والی کابل

بچہ سقہ کا عروج

سرزمین افغانستان میں بغاوت کے بھڑکتے ہوئے شعلے

مولانا محمد علی نادر شاہ کی حمایت پر

دنیا کا کوئی بھی ایسا خطہ نظر نہیں آتا کہ جہاں انقلاب نہ پیدا ہوا ہو شاید قدرت بھی انقلاب چاہتی ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس پر ہزاروں قسم کے انقلاب ہو چکے ہیں خدا بہتر جانتا ہے

ابھی کتنے اور انقلاب پیدا ہوں۔ فانی دنیا میں انقلاب کا پیدا ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں دنیا کی ہر چیز میں وقت کے مطابق تبدیلیاں برابر ہوتی رہتی ہیں۔ انسان ہی کو مثال کے طور پر لے لیجئے۔ پہلے جب وہ بچہ ہوتا ہے تو آغوش مادر میں معصوم حالت میں پڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ گھٹنوں کے بل چلنا شروع کرتا ہے۔ جب اور دن زیادہ گزر جاتے ہیں تو اس میں اور بھی طاقت پیدا ہو جاتی ہے وہ پاؤں کے بل چلنا شروع کر دیتا ہے۔ کچھ عرصے بعد جوان ہو جاتا ہے۔ اس میں بانکپن جستی پھرتیلا پن ولولے اور جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ زمانہ بھی ختم ہو جاتا ہے تب وہ بوڑھا ہو کر جھک جھک کر چلنا شروع کر دیتا کچھ عرصے کے بعد اس کا تمام قویٰ جواب دیدیتے ہیں۔ وہ غریب مجبور ہو کر پلنگ پر پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتا ہے۔ اور مٹی کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے ایک انسان کی یہ تمام تبدیلیاں کیا انقلاب نہیں ہیں ضرور ہیں۔ اور ہم اس کی اس قسم کی تبدیلیوں کو صحیح طریق پر انقلاب کہہ سکتے ہیں۔ جب ایک معمولی انسان کو انقلاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پھر اگر افغانستان جیسے بڑے ملک میں اگر انقلاب پیدا ہو گیا تو کوئی عجیب بات نہیں تھی ہر طرف سے انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھے جنھوں نے غازی امان اللہ خاں کو پریشان کر دیا۔

انقلاب کا سبب

غازی امان اللہ نے اپنی قوم کو موجودہ آزادی کے سانچے میں ڈھال کر موڈرن بنانے کی کوشش

کی۔ وہ اس لئے کہ آپ پر سفر یورپ کا روحانی اثر پڑا تھا وہاں کی آزادی
اور موجودہ حالت کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ آپ نے بھی واپس آکر یہی کوشش
کی کہ ان کی قوم بھی یورپین قوموں کی طرح بالکل آزاد اور اپٹوڈیٹ بن
جائیں۔ لیکن افغانستان جو ابھی ان باتوں سے کوسوں دور تھا وہاں کے
لوگ مذہب پر سختی سے قائم تھے ان کو امان اللہ خان کی یہ پالسی
پسند نہ آئی۔ محض اس لئے انقلاب پیدا ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ امان اللہ
خاں نے اپنی قوم کو نئے قالب میں ڈھالنے کے لئے بہت عجلت سے کام
لیا اس لئے ان کو انقلابی خطروں سے سامنا کرنا پڑا۔ کاش اتاترک
کی طرح آپ آہستگی سے کام لیتے تو ممکن تھا کہ آپ کامیاب ہو جاتے۔
ترکی نئے قالب میں اس لئے جلدی ڈھالا گیا کہ وہ ملک یورپ سے
قریب ہے۔ اور ان کے پڑوسی سب کے سب آزاد اور بالکل موڈرن
تھے اس لئے انھوں نے اپنے پڑوسیوں کا اثر بہت جلد قبول کر لیا
اور ان کے قائد اعظم نے جس طرح کا ان کو حکم دیا انھوں نے اس پر
پوری سختی کے ساتھ عمل کیا۔

ملا شور بازار کی انقلابیوں کی مدد کرنیوالا ملا شور بازار جو ان دنوں اس ملک کا ایک بہت بڑا پیشوا مانا جاتا تھا۔ سرگرم
معاون اور مددگار رہا اس نے انقلاب کو تقویت دی۔ امان اللہ
خاں کے خلاف تقریریں کر کے عوام کو ان کے خلاف صف آرا کر دیا
بچہ سقہ کی بچہ سقہ جو ایک معمولی سپاہی تھا اس نے کچھ عرصہ قبل سے

راہزنی۔ ڈاکہ زنی کے سبب اپنی طاقت بڑھا رکھی تھی اس نے ملک کی بدامنی اور موجودہ بے چینی سے فائدہ اٹھایا۔ وہ اپنے آدمی لے کر باغیوں سے مل گیا۔ اہل افغانستان ..... پوری طاقت سے امان اللہ خاں کی مخالفت کرنے لگے اور اس مخالفت نے یہاں تک زور پکڑا کہ مجبوری امان اللہ خاں کو بیگم ثریا کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے عزیز وطن کو خیرباد کہنا پڑا۔ اس روز سے آپ نے اپنے پیارے وطن کی شکل تک بھی نہیں دیکھی۔ آج وہی بادشاہ بے تاج و تخت ادھر ادھر پھر رہا ہے۔

نئی بادشاہی بچہ سقہ نے امان اللہ خاں کے حامیوں سے مقابلہ کیا ان دنوں افغانستان میں لوٹ مار کا بازار خوب گرم رہا۔ انجام کار بچہ سقہ ہی اپنی قسمت کے سبب افغانستان کا سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ اور وہ عوام پر مظالم ڈھانے لگا۔

اس انقلاب کی خبر جب ہندوستان میں پہونچی تو لوگ حیران رہ گئے۔ ان کے حواس بگڑ گئے۔ یہ فوری انقلاب درا صل حیران کر دینے والی چیز تھی۔

سب سے قبل مولانا محمد علی نے نادر خان کے متعلق لکھا اور بتایا کہ امید کی جاتی ہے کہ نادر خان ضرور بچہ سقہ کے ہاتھوں اپنے ملک کو نجات دلائیں گے۔ قوم کی رہبری کریں گے اور وہ بچہ سقہ کے خلاف جنگ کر کے فتح حاصل کرینگے چنانچہ نادر خاں نے بچہ سقہ کے گوناگوں مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔

فتح نادر خاں

چونکہ بچہ سقہ نظام حکومت سے بالکل ہی بے بہرہ تھا اور وہ بالکل بھی قابلیت نہ رکھتا تھا اس لئے بہت سے لوگ امید سے قبل ہی اس سے متنفر ہو گئے نادر خان نے وطن کو سقہ گردی سے آزاد کرانے کی خاطر کمر باندھی تھی چنانچہ اس مرد باہمت نے اپنی کمر باندھی اور وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے

تھوڑے ہی عرصے کی جنگ کے بعد بچہ سقہ کو قتل کر دیا گیا اور نادر خاں تمام افغانستان پر حکومت کرنے لگے اس طرح مولانا محمد علی مرحوم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے لفظ صحیح ثابت ہوئے۔

مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مولانا محمد علی جوہر کا کلام بے مثال بھی اس جگہ درج کر دیا جائے۔ کیونکہ ٹھیک اسوقت جبکہ اس کتاب کی تالیف کا کام قریب الختم تھا حکیم محمد ذکی قریشی نے اپنے فائل میں سے لا کر عنایت کر دیں :۔

عشق کی طب میں دوا نام ہے بیماری کا

ڈر نہیں مجھ کو گناہوں کی گراں باری کا — تیری رحمت ہے سبب میری سبکباری کا

دانے اک سگ دنیا کو یہ بخشا ہے عروج — ہے فرشتوں میں بھی چرچا میری دینداری کا

جان بھی جینیر ہے کوئی کر کھیں تم سے دریغ — پاس اتنا بھی نہ ہو رسم وفاداری کا

عشق ہی باعث تکوین جہاں ہے غافل — تو نے جانا کہ یہ اک شغل ہے بیکاری کا

عاشقوں کے لئے ہے دار ہی دارو ئے شفا — عشق کی طب میں دوا نام ہے بیماری کا

طفل مکتب ہی تو سکتے ہیں یہ چرخ کہن ‏ کس سے سیکھا ہے یہ انداز دل آزاری کا

میری شہرت بھی اگر ہو گئی تو کیا قتل ہو کر ‏ نام ہو جائیگا تیری بھی ستمگاری کا

سرفروشی کے لیئے ہم تو ہیں آمادہ مگر ‏ حوصلہ بھی تو کسی میں ہو خریداری کا

تو تو ہم سب کو یہیں چھوڑ چلا اے جوہر
شور سنتے تھے بہت تیری وفاداری کا

مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھیئے ‏ کب در میخانہ کوثر کھلے!

طاقت پرواز ہی جب کھو چکے ‏ پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے

چاک کر سینے کو پہلو چیر ڈال ‏ یوں ہی کچھ حال دل مضطر کھلے

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں ‏ راز ہائے بادہ و ساغر کھلے

رونمائی کے لئے لایا ہوں جان ‏ اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیئے ہے

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیئے ہے ‏ پر غیب سے سامان بقا میرے لیئے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو ‏ خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیئے ہے

یہ حور بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا ‏ لبیک کہ مقتل کی صدا میرے لیئے ہے

کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے
ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

کیوں ایسی بنی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لئے ہے

جو صحبت اغیار میں اسدرجہ ہو بیباک
اس شوخ کی یہ حرف حیا میرے لئے ہے

ہیں یوں تو فدا ابر سیہ پر سبھی میکش
پر آج کی گھنگور گھٹا میرے لئے ہے

مسلمانوں کے حقوق

اور

مولانا محمد علیؒ

آپ نے اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ مولانا محمد علیؒ اتحاد کے کس قدر حامی تھے اور انھوں نے اس کی خاطر کس قدر سرگرمی اور جانفشانی سے کام کیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے نازک موقعوں پر بھی انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کی حفاظت کی۔

مولانا محمد علی کے نہ صرف گاندھی جی سے دوستانہ تعلقات تھے بلکہ ہندو قوم کے ہر دلعزیز لیڈر یعنی پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو سے بھی نہایت ہی خوشگوار اور دوستانہ تعلقات تھے۔

اس سے قبل کی زندگی میں مولانا محمد علی کے دل میں کبھی بھی ان لوگوں کے متعلق بدگمانی پیدا نہیں ہوئی - یہ ہی وجہ تھی کہ ہندوستان کی ہر قوم مولانا محمد علی کو ایک ہر دلعزیز لیڈر خیال کرتی تھی - یہ ضرور ہے کہ زمانہ کبھی ایک حالت میں نہیں رہتا اس میں وقتاً فوقتاً لازمی طور پر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں - اور انقلاب پیدا ہوتا رہتا ہے - چنانچہ آپ کی آخری زندگی میں بھی ایسا ہوا -

شدھی اور سنگھٹن کے قصے نے مسلمانوں کو حیران کر دیا خصوصاً مولانا محمد علی بھونچکے سے رہ گئے اور وہ دریائے حیرت میں غوطے کھانے لگے - کیونکہ ان کو اس بات کا احساس تک بھی نہیں تھا کہ ان کی زندگی میں اتنا مضبوط اتحاد ہونے کے باوجود بھی اس قسم کے واقعات رونما ہوں گے یا زمانہ اتنی عجیب رنگت تبدیل کرے گا اور ایک ایسی فضا پیدا ہو جائے گی کہ جس سے اتحاد کا تمام رنگ وروپ آن کی آن میں بگڑ جائے گا کون جانتا تھا کہ یہ کھیل آپ کی زندگی ہی میں بگڑ جائے گا - آہ افسوس اتنا مضبوط اور مستحکم ہندو مسلم اتحاد اور اس کا یہ حسرت خیز حشر - نیک سیرت لوگوں کی ارواح لرزگئی ہوں گی یہ بہت کچھ زمانہ اور وقت کی کارسازی کے ماسوا اور کچھ بھی نہ تھا ؎

رنگ زمانے کو بدلتے دیکھا
چال شطرنج کی نیرنگ کو چلتے دیکھا

وادیٔ عشق میں عاشق کو مچلتے دیکھا
گل کو پاؤں سے گلچیں کو مسلتے دیکھا

دیکھو نہ پھر آج دکھاتی ہو زمیں آنکھیں
اف چرخ ستمگر نہ دکھلائے کہیں آنکھیں

مولانا محمد علی مرحوم نے جب مسلمانوں کے حقوق خطرے میں دیکھے اور اتحاد کی کشتی کو اپنی آنکھوں کے سامنے اس نئے سمندر میں غرق ہوتے دیکھا تب آپ کا جگر شق ہو گیا کلیجہ منہ کو آ گیا جمیعت اسلام جوش میں آئی آپ نے اپنے دل میں اور ظاہر میں قطعی فیصلہ کر لیا کہ اب آپ اپنی بقیہ زندگی کو صرف مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں گے۔

آپ نے اس اسلامی خدمت کی خاطر اپنی تمام کی تمام ہر دلعزیزیاں قربان کر دی۔ اور اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی آپ جانتے تھے کہ دوسرے طبقے کے لوگ آپ کی سرگرم اسلامی زندگی دیکھکر اس قدر مانوس نہ رہیں گے وہ آپ کو زیادہ عزیز نہ خیال کرینگے۔ لیکن آپ نے خدمت قوم و ملت کو اپنے لئے ایک فرض خیال کیا۔ چنانچہ دونوں بھائی اس قصے کے بعد سے دوسری قوم سے کنارہ کش ہو گئے اور پھر آپ جب تک بھی زندہ رہے محض مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے۔ کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا اور تجربہ حاصل کر لیا کہ جو کچھ انھوں نے کیا اس کا ان کو کچھ بھی صلہ نہیں ملا۔ چنانچہ مولانا محمد علی نے اپنی قوم کو پیش آنے والی بلاؤں سے آگاہ کیا اور جو لوگ تاریکی میں تھے ان کو اپنی کوشش کے ذریعے روشنی میں لے آئے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ مولانا محمد علی مرحوم کی یہ قربانی ایک بہت بڑی وقعت رکھتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ آپ نے اپنی تقریر میں حسب ذیل الفاظ ادا کئے تھے جن کے ذریعے بہت کچھ مولانا محمد علی مرحوم کے خیالات کا صحیح طریقہ پر اندازہ ہو سکتا ہے۔

اول بھی مسلمان ہوں اور دوئم بھی مسلمان

چند لفظ جب اسلام کا سوال میرے سامنے ہو تو میں اول بھی مسلمان ہوں دوئم بھی مسلمان ہوں۔ اور آخر بھی مسلمان لیکن اگر ہندوستان کی نجات و آزادی زیر بحث ہو تو میں اول بھی ہندوستانی ہوں دوئم بھی ہندوستانی ہوں۔ آخر بھی ہندوستانی اور کچھ بھی نہیں بجز ہندوستانی۔

اللہ اللہ آپ کے ان لفظوں میں کس قدر جامعیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ان سے سچے مسلمان کی اصلی نشانی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کی طبیعت میں اپنی قوم کی پوری ہمدردی۔ پدری محبت اور پوری انسیت موجود تھی۔ خصوصاً آخری زندگی میں تو آپ نے مسلمانوں کی خاطر اتنا کچھ کیا کہ دوسرے لوگ حیران رہ گئے۔ خدا کرے ہمارے ہندوستان میں ہماری قوم میں۔ اور بھی مولانا محمد علی جیسے ملک و ملت کو فائدہ پہنچانے والے لیڈر پیدا ہو جائیں۔ ہندوستان کو ابھی مولانا محمد علی جیسے بہت سار اور سچے وطن پرست کی اشد ضرورت ہے۔

لندن کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مولانا محمد علی کی آخری گرج

مولانا محمد علی مرحوم کی آخری گھڑیاں بھی خدمت وطن کی خاطر صرف ہی ہوئیں اور آپ نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں جب آپ کمزور بھی تھے

اور صحت بھی دعوت نہ تھی اپنے وطن عزیز سے ایک طویل سفر کے لیے تیار ہونا پڑا۔

ان دنوں لندن میں گول میز کانفرنس منعقد ہونے والی تھی تمام ہندوستانی مسلمانوں کو مولانا محمد علی پر اعتماد کلی تھا عوام جانتے تھے کہ آپ وہاں جاکر جو کچھ بھی کریں گے وہ قوم و ملک کی فلاح اور بہبودی کے لئے ہوگا چنانچہ آپ خوشی سے جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ وطن کا یہ جاں نثار ہے ورنہ ہر وقت شمع وطن پر نثار ہوجانا پسند کرتا تھا۔ آپ وطن کی خاطر پیدا ہوئے جب تک زندہ رہے وطن کی خدمت کرتے رہے۔ اور جب انتقال کا وقت قریب آیا تب بھی اس شیر وطن نے وطن۔ وطن۔ وطن ہی پکارتے ہوئے پیک اجل کو لبیک کہا۔

سنا جاتا ہے کہ ہندوستان سے روانگی کے وقت مولانا محمد علی نے فرمایا تھا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لئے جارہے ہیں۔ اگر وہ واپس آئیں گے تو ہندوستان کو آزادی کرا کر واپس آئیں گے۔

یہ حقیقت ہے جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ کر دکھایا کچھ لوگوں نے جب مولانا محمد علی کو انگلستان میں دیکھا تو فرط محبت سے ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکل پڑے۔ اور انھوں نے یہ کہا۔ آہ۔ آج ہندوستان سے

"زندہ جنازہ جارہا ہے"

آپ نے اپنا آخری زندگی میں اس طویل سفر کو اختیار کیا اور لندن پہونچ گئے۔

منور ہو مرحوم کی قبر یارب!
بہشت بریں اس کا ہو قصر یارب!

عزیزوں کے دل پر تو کر جبر یارب
تو شوکت علی کو بھی دے صبر یارب

نہیں ہو گا اب پیدا زنہار بھائی
ملے گا نہ ایسا وفادار بھائی

ترے غم میں سب ہوش یاں کھو چکے ہیں
وطن والے منہ اشکوں سے دھو چکے ہیں

بہت روتے سب خویش بس رو چکے ہیں
کہ آنکھوں میں آنسو بھی ختم ہو چکے ہیں

غم و یاس میں خود فرا بیشتر ز جہ ا
اے فیض زباں روک نا گفتنی جہنا

زعیمِ ملت

عزتمند وقار السلطنت علامۂ سیاست

مولانا

شوکت علی رح

آل انڈیا مسلم لیگ کے حقیقی قوت بازو!

کتبہٗ احقر عبدالرشید دھلوی

مولانا شوکت علی مرحوم

آپ مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ کے بڑے بھائی اور سچے قوم پرست لیڈر تھے۔ مراد آباد آپ کی ننھیال ہے۔ آپ کی طبیعت میں مسلمانوں کی ہمدردی کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ قبل آپ دوسری جماعت کے ساتھ تھے۔ اتحاد کے زمانے میں آپ نے سیاسی کاموں میں اس قدر سرگرمی دکھائی کہ حکومت کی آنکھ میں کھٹکنے لگے لیکن دوسروں کی بے پروائیوں اور سرد مہریوں کو دیکھ کر آپ نے ان سے علیحدہ ہو جانا ہی مناسب خیال کیا۔ چنانچہ اس روز کے بعد سے جب تک بھی آپ زندہ رہے ان سے علیحدہ رہے اور اس کے بعد پھر آپ کبھی بھی اس جماعت میں نہ ملے جس سے آپ کو شکایت تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ میں شریک ہو جانے کے بعد آپ نے پورے جوش و خروش کے ساتھ کام کیا۔ ہر میدان میں بہادری کے ساتھ قدم جما کر کانگریس کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جگہ جگہ جلسے کئے۔ پرزور تقریروں سے مسلمانوں کے دلوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اثر پیدا کیا۔ ہر میدان میں آپ سینہ سپر ہی نظر آتے۔

مسٹر محمد علی جناح آپ کو سچا قوم پرست اور قوت بازو خیال
کرتے تھے۔ آپ کے سبب مسلم لیگ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی
حقیقت میں مولانا شوکت علی صاحب کی ذات گرامی مسلمانان ہند کی
خاطر چشمۂ فیض تھی آپ کی تقریر دل میں جوش اور درد پایا جاتا تھا
آپ اپنی قوم کو ہر وقت بام عروج پر دیکھنے کے لئے بے قرار نظر آتے
تھے۔

اتاترک مصطفےٰ کمال کی وفات حسرت آیات پر جب آپ نے تقریر
فرما رہے تھے۔ آنسوؤں سے منہ دھو رہے تھے اور تقریر فرما رہے
تھے۔ لوگوں پر رقت طاری تھی تمام مجمع پر خاموشی مسلط تھی اور ایسا
معلوم ہو رہا تھا کہ تمام مشرق کی طاقت اسوقت آپ کی زبان میں جمع
ہو گئی ہے اور آپ کی بجائے سارا مشرق بول رہا ہے۔

[illegible] افسوس کون جانتا تھا کہ چند ہی دنوں کے بعد اتاترک مصطفیٰ
[illegible] آپ بھی مسلمانوں کو داغ مفارقت دینے والے ہیں۔
آپ کے [illegible] ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے سنہ ۱۹۲۰ء
[illegible] میں آپ نے جنگ آزادی کی خاطر جس قدر بیش بہا
[illegible] دنیا کی نظر سے پوشیدہ نہیں اسی وجہ سے مسلمانان ہند نے
آپ کو [illegible] میدان سیاست کا [illegible] مسائل اعظم
[illegible] آپ کی سیاست اور آپ کی زندگی اپنے چھوٹے
[illegible] مرحوم کی سیاست اور ان کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھی

اسوقت جب میدان بلقان میں جنگ و جدال کے شعلے بھڑک رہے تھے اور ترکان احرار پر مصیبت کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے ان کی بے کسی اور بے بسی پر آپ کا دل تڑپ اٹھا آپ کے دل میں قومی درد پیدا ہوا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ترک بھی مسلم قوم ہے وہ بھی ہمارے بھائی ہیں وہ بھی ہمارے ہی جسم کا ایک جزو ہے آپ تڑپ کے تلملا اٹھے ہمدردی اور محبت کا سمندر آپ کے دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ چنانچہ آپ اپنے بھائی محمد علی کو اپنے ہمراہ لے کر شیر ژیاں کی طرح میدان میں نکل آئے۔ انجمن احمر کی تشکیل کی۔ ڈاکٹر انصاری کا طبی وفد بھی آپ ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ ترکوں کی مدد کی گئی۔ برطانیہ ترکان احرار کو چونکہ اپنا دشمن خیال کرتی تھی اس لئے یہ دونوں بھائی حکومت ہند کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے زمانہ میں جب تمام دنیا میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے آپ کو اور مولانا محمد علی مرحوم کو نظر بند کر دیا گیا۔

جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں محشر خیز ہنگامے کا آغاز ہوا۔ ہندو مسلم شیر و شکر کی طرح آپس میں مل گئے اور آزادئ ہند کی خاطر آپ نے حکومت سے دل کھول کر مقابلہ کیا اور خلافت کے زمانے میں آپ سب سے پیش از پیش نظر آتے۔ غرضکہ اس تحریک میں آپ نے اپنا تمام کچھ کھو دیا۔ جائداد وغیرہ ضبط ہو گئیں۔ اسی سلسلے میں آپ کو چھ برس کی سزا بھی ہو گئی۔

ابھی ہندوستان کی بدقسمتی کے دن چونکہ ختم نہیں ہوئے تھے اس لئے اس اتحاد نے جس نے حکومت کو ہلا ڈالا تھا تفرقہ پیدا ہوگیا۔ شدید سنگھٹن کی تحریکیں شروع ہوگئیں اور عوام کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا کرنے کی خاطر قسم قسم کی حکمت عملی سے کام لینا شروع کر دیا گیا۔

اس وقت بھی آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی پوری پوری کوشش کی اور آپ اس اتحاد کے علم بردار رہتے رہے لیکن کچھ لوگ مخالف بھی تھے کچھ ایسے بھی تھے جو وطن فروش کہلانے کے مستحق تھے۔

وطن فروش

بشر ہے آدمیت سے مگر بیگانہ رہتا ہے
غلامی کے نشے میں چور اور مستانہ رہتا ہے
یہ اپنے رہتا ہے جیسے کوئی دیوانہ رہتا ہے
نہ اس میں غیرت قومی نہ کچھ ملکی حمیت ہے
متاع زندگی اس کی شرارت ہے حماقت ہے
اس انسانوں کے جنگل میں یہ مجنونانہ رہتا ہے
وطن کی آبرو کے پاس سے دل اس کا بیگانہ
زوال قوم کے احساس سے دل اس کا بیگانہ
وطیرہ اس کا ننگ ہمت مردانہ رہتا ہے

نہ مذہب کو سمجھتا ہے نہ مذہب کی حقیقت کو
تعصب کی نظر سے دیکھتا ہے آدمیت کو
گرفتار طلسم کعبہ و بت خانہ رہتا ہے
خدا کے نام پر فتنے اٹھانا اس کا شیوہ ہے
ہمیشہ بھائی بندوں کو لڑانا اس کا شیوہ ہے
لڑائی کا تماشہ اس کا گھر روزانہ رہتا ہے
غلامی نے سبق اس کو پڑھایا ہے غلامی کا
خدا کا خوف ہے دل میں نہ کچھ ڈر ہے خدائی کا
زباں پہ خود فروشی کا اک افسانہ رہتا ہے
جھکانا سر در اغیار پہ عزت سمجھتا ہے
سلوک اپنوں سے اس کا آہ سفاکانہ رہتا ہے
عناد شور و شر کی ترجمانی اس کو آتی ہے
فساد جبر و بر کی ترجمانی اسکو آتی ہے
محبت اور روا داری سے یہ بیگانہ رہتا ہے
محبت اسکی آنکھوں میں مگر اغیار کی خاطر
مروت اس کی باتوں میں مگر زردار کی خاطر
خیال اس کا اسیر شفقت شاہانہ رہتا ہے
یہ اپنی ذات پر قربان کر دے قوم کو اپنی
یہ اپنی بات پر قربان کر دے قوم کو اپنی

یہ بندہ ہے غرض کا اور بے باکانہ رہتا ہے
اسے اپنوں سے نفرت اور غیروں سے محبت ہے
اور اس کے زعم باطل میں یہ معیار شرافت ہے
بہ انداز سفیہانہ و خود غرضانہ رہتا ہے
تمنا ہے وطن کی ناتمامی فخر ہے اس کا
غلامی اور ہمیشہ کی غلامی فخر ہے اس کا
غلامی کے نشے میں چور اور مستانہ رہتا ہے
غلامی جان ہے اسکی غلامی اس کا ایماں ہے
زمیں کا بوجھ ہے یہ اور ننگ نوعِ انساں ہے
بشر ہے آدمیت سے مگر بیگانہ رہتا ہے

پس ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے وطن عزیز کو غلامی کی لعنت سے بچائیں اور وطن فروشوں کو سمجھا کر ان کو مادر وطن کا سچا خادم بنائیں اسی میں ہماری فلاح و بہبود ہے۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں دہلی میں جو ہندو مسلم اتحاد کی پوری پوری کوشش کی گئی اس میں مولانا شوکت علی مرحوم کا زبردست حصہ تھا۔ لیکن مخالفین کی حکمت عملیاں کام کر چکی تھیں اور اتحاد ہندو مسلمانوں کے دلوں سے کوسوں دور ہو چکا تھا۔ بدگمانی۔ بداعتقادی شک اور شبہات عوام کے دلوں میں خوب اچھی طرح جگہ بنا چکے تھے۔

اس کا اچھا نتیجہ نہیں نکلا۔

جب ۱۹۲۴ء کے اتحاد کی کوششیں بھی ناکام ثابت ہوئیں تب اسی وقت سے مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کانگریس جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔ اور اپنی آخری عمر تک ان کی شکایت کرتے رہے۔

مولانا شوکت علی اور گاندھی جی میں گہری دوستی تھی یہ دونوں لیڈر بڑی بے تکلفی اور محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔

مولانا شوکت علی رح نے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں مسلم لیگ میں شرکت کر لی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے پرانے دوستوں سے بھی ملتے رہے مسلم لیگ میں شریک ہوتے ہی آپ اس کے قوت بازو بن گئے اور قوم و ملک نے آپ کو "زعیم ملت" کا خطاب عطا کیا۔ اس کے بعد جتنے عرصہ بھی آپ زندہ رہے برابر قوم اور ملت کی خدمت کرتے رہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے انتخابات کے موقع پر آپ نے اتنی سرگرمی اور قابلیت دکھائی کہ دوسروں کو حیرت ہوگئی۔

مسٹر محمد علی جناح جب دہلی میں تشریف لاتے تھے تب بھی آپ ہی ان کے ہمراہ تھے۔ حقیقت میں مسٹر جناح مولانا مرحوم کو اپنا قوت بازو خیال کرتے تھے۔

مولانا شوکت علی صاحب عہد شباب میں کرکٹ کے نہایت ہی بہترین کھلاڑی تھے۔

آہ افسوس فلک نے ہمارے اس سچے قوم پرست لیڈر کو بھی ہم سے چھین لیا.... آپ نے ۲۷ ر نومبر کو پیک اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی ناگہانی موت کے واقع ہو جانے سے تمام ہندوستان میں ہمہ گیر ماتم برپا ہو گیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے اداسی ٹپکنے لگی۔ ہر طرف حسرت ہی حسرت برسنے لگی۔ آپ کے جنازہ کا شاندار جلوس نکالا گیا۔ مولانا مظہر الدین صاحب بھی اس جلوس میں شریک تھے۔ آپ کے جسم اطہر کو سرمد شہید کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

تمام شُد

ہماری فرم نو بہار بکڈپو واقع دریا گنج ہمیشہ اپنے خریداروں کے مذاق کے مطابق ہر قسم کی ادبی سیاسی تاریخی اور علمی کتابیں پیش کرتا رہتا ہے بس یہی ایک واحد فرم ہے جہاں سے جناب کی دلچسپی کے مطابق کتابیں مل سکتی ہیں۔

باہتمام منیجر سید خورشید الحسن بھاگلپوری۔

حیرت انگیز دلچسپ تاریخی عشقیہ ناول
مصر کی دوشیزہ
یا
قلوپطرہ
اگر آپ اس قتالۂ عالم کے حالات دیکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی ہم سے
ہمارا مشہور ناول طلب فرمائیں ہمارا دعویٰ ہے کہ آج
تک اس قسم کا لاجواب ناول آپ کی نظر سے نہ گذرا ہوگا
قلوپطرہ ایک مشہور عالم حسینہ ہے اسکی تمام زندگی رعنا انگیز ہے۔
کامل کتاب دو حصوں میں ختم ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے مجلد
ملنے کا پتہ:۔ نونہال بکڈپو دریا گنج دہلی

منور ہو مرحوم کی قبر یارب!
بہشت بریں اس کا ہو قصر یارب!
عزیزوں کے دل پر تو کر جبر یارب
تو شوکت علی کو بھی دے صبر یارب

نہیں ہوگا اب پیدا زنہار بھائی
ملے گا نہ ایسا وفادار بھائی

تیرے غم میں سب ہوش اپنا کھو چکے ہیں
وطن والے منہ اشکوں سے دھو چکے ہیں
ہے روح و لب خشک [illegible] بس رو چکے ہیں
کہ آنکھوں میں آنسو بھی ختم ہو چکے ہیں

قلم و بیاں میں [illegible] بیشتر [illegible]
[illegible] زباں روک [illegible]

زعیمِ ملّت

عزتمند وقار الملک علامۂ سیاست

مولانا

شوکت علی رح

آل انڈیا مسلم لیگ کے حقیقی قوت بازو!

کتبہٗ احقر عبدالرشید دہلوی

مولانا شوکت علی مرحوم

آپ مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ کے بڑے بھائی اور پیشے قوم پرست لیڈر تھے۔ مراد آباد آپ کی ننھیال ہے۔ آپ کی طبیعت میں مسلمانوں کی ہمدردی کا دریا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ قبل آپ دوسری جماعت کے ساتھ تھے۔ اتحاد کے زمانے میں آپ نے سیاسی کاموں میں اس قدر سرگرمی دکھائی کہ حکومت کی آنکھ میں کھٹکنے لگے لیکن دوسروں کی بے پروائیوں اور سرد مہریوں کو دیکھ کر آپ نے ان سے علیحدہ نہ ہو جانا ہی مناسب خیال کیا۔ چنانچہ اس روز کے بعد سے جب تک بھی آپ زندہ رہے ان سے علیحدہ رہے اور اس کے بعد پھر آپ کبھی بھی اس جماعت میں نہ ملے جس سے آپ کو شکایت تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ میں شریک ہو جانے کے بعد آپ نے پورے جوش و خروش کے ساتھ کام کیا۔ ہر میدان میں بہادری کے ساتھ قدم جما کر کانگریس کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جگہ جگہ جلسے کئے۔ پر زور تقریروں سے مسلمانوں کے دلوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اثر پیدا کیا۔ ہر میدان میں آپ سینہ سپر ہی نظر آتے۔

مسٹر محمد علی جناح آپ کو سچا قوم پرست اور قوت بازو خیال
کرتے تھے۔ آپ کے سبب مسلم لیگ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔
حقیقت میں مولانا شوکت علی صاحب کی ذات گرامی مسلمانان ہند کی
خاطر چشمۂ فیض تھی آپ کی تقریروں میں جوش اور درد پایا جاتا تھا
آپ اپنی قوم کو ہر وقت بام عروج پر دیکھنے کے لئے بے قرار نظر آتے
تھے۔

اتاترک مصطفےٰ کمال کی وفات حسرت آیات پر جب آپ نے تقریر
کر رہے تھے۔ آنسوؤں سے منہ دھو رہے تھے اور تقریر فرما رہے
تھے۔ لوگوں پر رقت طاری تھی تمام مجمع پر خاموشی مسلط تھی اور ایسا
معلوم ہو رہا تھا کہ تمام مشرق کی طاقت اسوقت آپ کی زبان میں جمع
ہوگئی ہے اور آپ کی بجائے سارا مشرق بول رہا ہے۔

آہ! افسوس کون جانتا تھا کہ چند ہی دنوں کے بعد اتاترک مصطفےٰ
کمال کی طرح آپ بھی مسلمانوں کو داغ مفارقت دینے والے ہیں۔

آپ کے کارنامے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے سنہ ۱۹۲۰ء
میں تحریک خلافت میں آپ نے جنگ آزادی کی خاطر جس قدر بیش بہا
خدمات انجام دیں وہ دنیا کی نظر سے پوشیدہ نہیں اسی وجہ سے مسلمانان ہند نے
آپ کو اپنا عزیز ترین رہنما اور میدان سیاست کا سپہ سالار اعظم
تسلیم کر لیا تھا۔ آپ کی سیاست اور آپ کی زندگی اب تک چھوٹے
حوالی ... مرحوم کی سیاست اور ان کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھی آ

اسوقت جب میدان بلقان میں جنگ و جدال کے شعلے بھڑک رہے تھے اور ترکان احرار پر مصیبت کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے ان کی بے کسی اور بے بسی پر آپ کا دل تڑپ اٹھا آپ کے دل میں قومی درد پیدا ہوا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ترک بھی مسلم قوم ہے وہ بھی ہمارے بھائی ہیں وہ بھی ہمارے ہی جسم کا ایک جزو ہے آپ تڑپ کے تلملا اٹھے ہمدردی اور محبت کا سمندر آپ کے دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ چنانچہ آپ اپنے بھائی محمد علی کو اپنے ہمراہ لے کر شیر ژیاں کی طرح میدان میں نکل آئے۔ انجمن احمر کی تشکیل کی۔ ڈاکٹر انصاری کا طبی وفد بھی آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ ترکوں کی مدد کی گئی۔ برطانیہ ترکان احرار کو چونکہ اپنا دشمن خیال کرتی تھی اس لئے یہ دونوں بھائی حکومت ہند کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے زمانہ میں جب تمام دنیا میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے آپ کو اور مولانا محمد علی مرحوم کو نظر بند کر دیا گیا۔
جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں محشر خیز ہنگامے کا آغاز ہوا۔ ہندو مسلم شیر و شکر کی طرح آپس میں مل گئے اور آزادی ہند کی خاطر آپ نے حکومت سے دل کھول کر مقابلہ کیا اور خلافت کے زمانے میں آپ سب سے پیش از پیش نظر آئے۔ غرضکہ اس تحریک میں آپ نے اپنا تمام کچھ کھو دیا۔ جائداد وغیرہ ضبط ہو گئیں۔ اسی سلسلے میں آپ کو چھ برس کی سزا بھی ہو گئی۔

ابھی ہندوستان کی بدقسمتی کے دن چونکہ ختم نہیں ہوئے تھے اس لئے اس اتحاد نے جس نے حکومت کو ہلا ڈالا تھا تفرقہ پیدا ہوگیا۔ شدید سنگھٹن کی تحریکیں شروع ہوگئیں اور عوام کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا کرنے کی خاطر قسم قسم کی حکمت عملی سے کام لینا شروع کردیا گیا۔

اسوقت بھی آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی پوری پوری کوشش کی اور آپ اس اتحاد کے علم بردار رہتے رہے لیکن کچھ لوگ مخالف بھی تھے کچھ ایسے بھی تھے جو وطن فروش کہلانے کے مستحق تھے۔

وطن فروش

بشریت آدمیت سے مگر بیگانہ رہتا ہے
غلامی کے نشے میں چور اور مستانہ رہتا ہے
یہ ایسے رہتا ہے جیسے کوئی دیوانہ رہتا ہے
نہ اس میں غیرت قومی نہ کچھ ملکی حمیت ہے
متاعِ زندگی اس کی شرارت ہے حماقت ہے
اس انسانوں کے جنگل میں یہ مجنونانہ رہتا ہے
وطن کی آبرو کے پاس سے دل اس کا بیگانہ
زوالِ قوم کے احساس سے دل اس کا بیگانہ
وطیرہ اس کا ننگِ ہمت مردانہ رہتا ہے

نہ مذہب کو سمجھتا ہے نہ مذہب کی حقیقت کو
تعصب کی نظر سے دیکھتا ہے آدمیت کو
گرفتار طلسم کعبہ و بت خانہ رہتا ہے
خدا کے نام پر فتنے اٹھانا اسکا شیوہ ہے
ہمیشہ بھائی بندوں کو لڑانا اس کا شیوہ ہے
لڑائی کا تماشہ اس کا کھیل روزانہ رہتا ہے
غلامی نے سبق اس کو پڑھایا ہے غلامی کا
خدا کا خوف ہے دل میں نہ کچھ ڈر ہے خدائی کا
زباں پہ خود فروشی کا اک افسانہ رہتا ہے
جھکانا سر درِ اغیار پہ عزت سمجھتا ہے
سلوک اپنوں سے اس کا آہ سفاکانہ رہتا ہے
عناد شور و شر کی ترجمانی اس کو آتی ہے
فساد جبر و بر کی ترجمانی اسکو آتی ہے
محبت اور روا داری سے یہ بیگانہ رہتا ہے
محبت اسکی آنکھوں میں مگر اغیار کی خاطر
مروت اس کی باتوں میں مگر زردار کی خاطر
خیال اس کا اسیر شفقت شاہانہ رہتا ہے
یہ اپنی ذات پر قربان کر دے قوم کو اپنی
یہ اپنی بات پر قربان کر دے قوم کو اپنی

یہ بندہ بے غرض کا اور بے باکانہ رہتا ہے
اسے اپنوں سے نفرت اور غیروں سے محبت ہے
اور اس کے زعم باطل میں یہ معیار شرافت ہے
بہ انداز سفیہانہ و خود غرضانہ رہتا ہے
تمنا ہے وطن کی نا تمامی فخر ہے اس کا
غلامی اور ہمیشہ کی غلامی فخر ہے اس کا
غلامی کے نشے میں چور اور مستانہ رہتا ہے
غلامی جان ہے اسکی غلامی اس کا ایماں ہے
زمیں کا بوجھ ہے یہ اور ننگ نوع انساں ہے
بشر ہے آدمیت سے مگر بیگانہ رہتا ہے

پس ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے وطن عزیز کو غلامی کی لعنت سے بچائیں اور وطن فروشوں کو سمجھا کر ان کو مادر وطن کا سچا خادم بنائیں اسی میں ہماری فلاح و بہبود ہے۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں دہلی میں جو ہندو مسلم اتحاد کی پوری پوری کوشش کی گئی اس میں مولانا شوکت علی مرحوم کا زبردست حصہ تھا۔ لیکن مخالفین کی حکمت عملیاں کام کر چکی تھیں اور اتحاد ہندو مسلمانوں کے دلوں سے کوسوں دور ہو چکا تھا۔ بدگمانی۔ بد اعتمادی شک اور شبہات عوام کے دلوں میں خوب اچھی طرح جگہ بنا چکے تھے۔

اس کا اچھا نتیجہ نہیں نکلا۔

جب ۱۹۲۴ء کے اتحاد کی کوششیں بھی ناکام ثابت ہوئیں تب اسی وقت سے مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کانگریس جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اپنی آخری عمر تک ان کی شکایت کرتے رہے۔

مولانا شوکت علی اور گاندھی جی میں گہری دوستی تھی یہ دونوں لیڈر بڑی بے تکلفی اور محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔

مولانا شوکت علی رح نے اپنی زندگی کے آخری حصہ میں مسلم لیگ میں شرکت کر لی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے پرانے دوستوں سے بھی ملتے رہے مسلم لیگ میں شریک ہوتے ہی آپ اس کے قوت بازو بن گئے اور قوم و ملک نے آپ کو "زعیم ملت" کا خطاب عطا کیا۔ اس کے بعد جتنے عرصہ بھی آپ زندہ رہے برابر قوم اور ملک کی خدمت کرتے رہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے انتخاب کے موقعوں پر آپ نے اتنی سرگرمی اور قابلیت دکھائی کہ دوسروں کو حیرت ہو گئی۔

مسٹر محمد علی جناح جب دہلی میں تشریف لاتے تھے تب بھی آپ ہی ان کے ہمراہ تھے۔ حقیقت میں مسٹر جناح مولانا مرحوم کو اپنا قوت بازو خیال کرتے تھے۔

مولانا شوکت علی صاحب عہد شباب میں کرکٹ کے نہایت ہی بہترین کھلاڑی تھے۔

آہ افسوس فلک نے ہمارے اس سچے قوم پرست لیڈر کو بھی ہم سے چھین لیا..... آپ نے ۲۷ نومبر کو پیک اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی ناگہانی موت کے واقع ہو جانے سے تمام ہندوستان میں ہمہ گیر ماتم برپا ہو گیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے اداسی ٹپکنے لگی۔ ہر طرف حسرت ہی حسرت برسنے لگی۔ آپ کے جنازہ کا شاندار جلوس نکالا گیا۔ مولانا مظہر الدین صاحب بھی اس جلوس میں شریک تھے۔ آپ کے جسم اطہر کو سرمد شہید کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن

تمام شد

حیرت انگیز دلچسپ تاریخی عشقیہ ناول
مصر کی دوشیزہ
یا
قلوپطرہ
اگر آپ اس قتالہ عالم کے حالات دیکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی ہم سے
ہمارا مشہور ناول طلب فرمائیں ہمارا دعویٰ ہے کہ آج
تک اس قسم کا لاجواب ناول آپ کی نظر سے نہ گذرا ہوگا
قلوپطرہ ایک مشہور عالم حسینہ ہے اسکی تمام زندگی رنج انگیز ہے۔
کامل کتاب دو حصوں پر ختم ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے عہ
ملنے کا پتہ:۔ نونہال بک ڈپو دریا گنج دہلی